ऊर्दू अदब का अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन जो लंदन से प्रकाशित होता है اُردو ادب کا بین الاقوامی میگزین جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:82 ماہ اکتوبر 2019ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE SW170PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk ranarazzaq52@gmail.com

A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London UK

(پاک کلچرل سوسائٹی لندن کی جانب سے پاکستان کی یوم آزادی کا رنگارنگ پروگرام (رپورٹ صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں)

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل (رپورٹ: صفحہ 6 پر ملاحظہ فرمائیں)

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

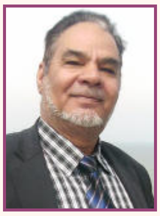

بانی ارکان

خان بشیر احمد رفیق (مرحوم)

آدم چغتائی (مرحوم)

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

اراکین ادارتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی ان پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کردیا جائے گا۔ مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کردیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔ اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہیے۔ ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

مسئلہ کشمیر پر اہم ترین ٹویٹس	اداریہ	4
یادرفتگان۔ محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب	عاصی صحرائی	6
واتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل۔ امجد مرزا امجد		7
غزلیات: عشرت معین سیما۔ محمد اسلم صابر۔ آصف ثاقب بوئی، مظفر حنفی، ناصر زیدی، ایاز صدیقی، ظفر اقبال ظفر، ڈاکٹر محمد امین، احمد مسعود نوٹنگھم، عبدالرشید چغتائی، محمد جمیل احسن، مامون ایمن، وجے ارون، محسنہ جیلانی، فرزانہ فرحت، نجمہ عثمان، ڈاکٹر طارق احمد مرزا، افتخار راغب، ڈاکٹر فضل الرحمن، نذیر فیض، مدثر احمد نقاش، اطہر حفیظ فراز، اعظم نوید۔		9 تا 14
احسان فراموش قوم کا محسن۔ جنرل محمد ایوب خان	ادارہ	15
مشتاق احمد یوسفی کے مزاح پارے		16
حیدرآباد دکن سے پاکستان تک ایک تاریخی ورق	عطاء القادر طاہر لندن	18
ہندوستان کے آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر	ادارہ	20
جستہ جستہ	عطاء القادر طاہر	22
سردار شوکت حیات خان کی یادداشتیں		23
حج کیلئے حدیث	ادارہ	24
میاں بیوی	بسم اللہ کلیم	26
ایک یہودی کا سچ	رانا عبدالرزاق خان	28
دلچسپ اور سبق آموز واقعہ	فیروز احمد خان پنجاب	29
افسانہ۔ اللہ اماں اور میں	مبشرہ ناز	31
قائداعظم اور پاکستان مخالف مسلم جماعتیں		32
خدائی خدمت گار کا راہنما	فراز حمید خاں	33
مراکش اور سر ظفر اللہ خان		33
اردو کی قدر کیجیے	جوش ملیح آبادی	37
اصل حقائق جو اخبارات کی زینت نہیں بنائے جاتے	طاہر محمود	38
پاک کلچرل سوسائٹی کی جانب سے یوم آزادی کا پروگرام	امجد مرزا امجد	40

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سالانہ چندہ فیس نیچے دیئے گئے اکاؤنس نمبر میں ٹرانسفر کرکے ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ

HSBC London UK

A/C 04726979 Sort Code 400500

عبد الرزاق خاں

اداریہ

مسئلہ کشمیر پر اہم ترین ٹویٹس

آج میں مسئلہ کشمیر پر اہم ترین ٹویٹس کرنے جا رہا ہوں۔ یہ ہماری قوم کیلئے ایک اذان مومن بھی ہے، حکمرانوں کے سامنے کلمۃ الحق بھی اور دشمنوں کیلئے مجاہد کی للکار بھی۔
عالمی طاقتوں نے کشمیر کو فروخت کر دیا ہے۔ بھارت جو کچھ کر رہا ہے، عالمی طاقتوں کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ بنیادی طور پر یہ بھارت، امریکہ اور اسرائیل کی سازش ہے اور اس میں ایران اور چند خلیجی ممالک بھی شامل ہیں۔ پلان یہ ہے کہ بھارت کشمیر کو اپنے اندر ضم کر لے گا جیسا کہ اس نے اب کر لیا ہے۔ دوسری جانب عالمی طاقتیں پس پردہ پاکستان پر شدید دباؤ ڈال رہی ہیں کہ پاکستان خاموش ہو کر اسے قبول کر لے۔ اس وقت پاکستان کی حکومت اور وزیر اعظم پر شدید عالمی دباؤ ہے کہ وہ بھارت کے خلاف کوئی سنجیدہ اور تباہ کن کارروائی نہ کریں۔ بھارت کو موقع دیا جائے کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں تمام تحریک مزاحمت کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ کچل دے۔ یہ عمل اس وقت جاری ہے۔ بھارتی فوج کے پلان کے مطابق پہلے دو تین ہفتے تک تباہ کن کرفیو لگایا جائے گا، تاکہ کشمیر کے ہر گھر میں بسنے والے لاکھوں مسلمان بھوک اور پیاس سے اَدھ موئے ہو جائیں اور ان میں مزاحمت کی کوئی طاقت باقی نہ رہے۔ اور پھر جب کرفیو اُٹھایا جائے تو بچی کھچی مزاحمت کو سختی سے کچل دیا جائے۔ بھارتی فوج کا اندازہ ہے کہ اسے مقبوضہ کشمیر کو مکمل طور پر قابو میں لانے کیلئے پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک، کشمیری مسلمانوں کو کرفیو اُٹھنے کے بعد قتل کرنا پڑے گا۔ بھارتیوں کا خیال ہے کہ اس سفاکانہ قتل عام کے بعد، کہ جس کا کوئی نام و نشان باہر کی دنیا کیلئے نہیں چھوڑا جائے گا، کشمیری مزاحمت مکمل طور پر دم توڑ دے گی۔ ایک دفعہ جب کشمیری مزاحمت مکمل طور پر دم توڑ جائے، تو مودی کے پلان کا دوسرا حصہ عمل میں لایا جائے گا، کہ جس کے مطابق بھارت آزاد کشمیر پر بھرپور طور پر حملہ آور ہوگا اور آزاد کشمیر کے کئی علاقوں پر قابض ہو جائے گا۔

اب یہ موقع ہوگا کہ جب عالمی طاقتیں بیچ میں آ کر مصالحت کرانے کیلئے کود پڑیں گی۔ پاکستان کو مجبور کیا جائے گا کہ آزاد کشمیر کے وہ علاقے کہ جن پر بھارت قبضہ کر چکا ہوگا، واپس لینے کیلئے پاکستان لائن آف کنٹرول کو ایک مکمل عالمی سرحد کے طور پر قبول کر لے۔ دوسری جانب عالمی طاقتیں پاکستان کو کسی بھی قسم کی جوابی کارروائی سے روکنے کی ذمہ دار ہونگی۔ جب مقبوضہ کشمیر میں تحریک مزاحمت دم توڑ چکی ہوگی، اور آزاد کشمیر کے بھی بڑے علاقوں پر بھارت کا قبضہ ہوگا، اور عالمی طاقتیں پاکستان کو بین الاقوامی سرحد کے پار کوئی بڑی کارروائی کرنے سے بھی روک رہی ہونگی، تو ایسے میں پاکستان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ بچے کھچے آزاد کشمیر کو لے کر ہی چپ کر جائے۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد بھارت کشمیر سے مسلمانوں کے انخلاء کا سلسلہ شروع کرے گا۔ لاکھوں کی تعداد میں ہندو لا کر وادی میں آباد کئے جائیں گے۔ کشمیری مسلمانوں کو یا تو قتل کر دیا جائے گا یا دھکیل کر بچے کھچے آزاد کشمیر کی سرحد سے پار بھیج دیا جائے گا۔ کشمیر مکمل طور پر ہندو اکثریتی علاقہ بن جائے گا۔ میں آپ کو صاف بتا رہا ہوں کہ عالمی طاقتوں کی اس سازش میں زرداری اور نواز شریف مکمل طور پر شامل ہیں، اور ان کے ساتھ تمام وہ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے ناپاک و پلید غدار، جیسے فضلو، اچکزئی، اسفندیار وغیرہ... یہاں تک کہ خود پی ٹی آئی کی حکومت کے اندر اہم لوگ اس ناپاک کھیل کا حصہ ہیں۔ یہ جو کچھ ہم نے آپ کو اوپر بتایا ہے کہ یہ وہ عالمی سازش ہے کہ جس کے تحت اس وقت بھارت کشمیر میں کارروائی کر رہا ہے۔ اس تمام سازش کو پلٹنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ پاکستان آزاد کشمیر سے آگے بڑھ کر مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو جائے اور وسیع ترین علاقے کو آزاد کرا لے۔ اگر پاکستان مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو کر ایک بھاری علاقے کو آزاد کرا لیتا ہے تو پھر بازی بھارت کے خلاف پلٹ جائے گی۔ وادی کے اندر کشمیر کی تحریک آزادی بھی بھڑک کر طوفان بن جائے گی اور مودی سرکار کو جو ذلت و رُسوائی اُٹھانا پڑے گی، وہ پوری بھارتی ریاست کو ہلا کر رکھ دے گی۔ بھارت کے سارے پلان کا انحصار دو باتوں پر ہے، اور اگر ہم ان دو باتوں پر ہی بازی پلٹ دیں تو یہ سارا پلان ناکام ہو جائے گا۔

لاکھوں کشمیری مسلمان بھوکے پیاسے اپنے گھروں میں محصور ہیں۔ ان پر کیا گزر رہی ہے، وہ دنیا میں کسی کو نہیں معلوم۔ دوسری جانب عالمی طاقتیں ہمیں

مقبوضہ کشمیر میں داخل ہونے سے روک رہی ہیں۔ پاکستان کے وزیر اعظم نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ نہ وہ ڈرنے والا ہے نہ جھکنے والا۔ اب یہ اس کا حتمی امتحان ہے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ وادی کے اندر کشمیری مسلمان ذبح کئے جا رہے ہیں، بھارتی فوج کا سارا پلان آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کا ہے۔ ہم نے ان دونوں چالوں کو دشمن کے منہ پر واپس پلٹنا ہے اور فوری۔۔۔ اگر ہم نے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو کر بھارتی فوج کے آزاد کشمیر پر حملے کے پلان کو ناکام نہیں بنایا، تو یاد رکھیں، کل آزاد کشمیر کا بہت بڑا حصہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکلنے والا ہے۔

اب دفاع نہیں، جارحانہ جنگ کا وقت ہے۔ دشمن خود ہمیں موقع دے چکا ہے، آرٹیکل 370 کو منسوخ کر کے۔ آج ہماری یہ پوسٹ پاکستان کے حکمرانوں اور قوم پر ایک حجت تمام ہیں۔ آج کے بعد پاکستان میں کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ان کو دشمن کی چالوں سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ نہ عمران شکایت کر سکے گا، نہ سپہ سالار، نہ پاکستان کی اشرافیہ نہ پاکستان کی قوم۔ مجھے تھا حکم اذاں، اب انشاءاللہ لرزے گا شبستان وجود۔۔۔!

تازہ کلام اعظم نوید

اس عشق و محبت میں خسارہ نہیں ہوتا
دریائے محبت کا کنارہ نہیں ہوتا

حل ہوتے نہیں عُقدے کبھی داورسن کے
جینے کا کوئی دل کو سہارا نہیں ہوتا

چُپ چاپ نظر آتے ہیں کچھ لوگ جہاں میں
ہر دل میں کوئی غم کا شُمارہ نہیں ہوتا

جس بستی میں برپا تھیں کبھی محفلِ یاراں
اس دیس میں جانا بھی گوارا نہیں ہوتا

اک پُھول سے چہرے پہ جمی رہتی تھیں نظریں
آنکھوں کو حسیں شوخ نظارہ نہیں ہوتا

اک حُسنِ مُجسم نے غضب جاں پہ ہے ڈھایا
کیوں عشق پہ اب دل کا اجارہ نہیں ہوتا

تاریخ میں زندہ ہیں کئی مُلک جہاں کے
ہر شہر ثمر قند و بخارہ نہیں ہوتا

کشمیر میں انسانوں پہ اک موت ہے طاری
کیوں ''کُن'' کا مرے رب سے اشارہ نہیں ہوتا

غم اس کی جدائی کا بہت جان تھا لیوا
اب زخمِ تمنا بھی ہمارا نہیں ہوتا

جلدی سے پلٹ آئے مری ماں سے یہ کہنا
بعد اس کے مِرا گھر میں گزارہ نہیں ہوتا

پی لیتے ہیں اشکوں کو بڑے شوق سے اعظم
پلکوں پہ کوئی چاند ستارہ نہیں ہوتا

سارے مل گئے ہیں - خالدؔ عرفان

کرپشن کے دھنی ،دولت کے مارے مل گئے ہیں
اپوزیشن کے سب ٹوٹے ستارے مل گئے ہیں

نہ تھی اک دوسرے کی شکل بھی جن کو گوارہ
وہ سب شادی شدہ ،رنڈوے ،کنوارے مل گئے ہیں

کرنسی کو نئے سانچے میں ڈھلوانے کی خاطر
یہاں ''زردار'' اور ''لوہار'' سارے مل گئے ہیں

مسلمانوں کو پھر شرعی مسائل میں پھنسا کر
ہمارے پیشواؤں سے تمہارے مل گئے ہیں

بچانے کے لئے پھر اپنے ''ڈیڈیوں'' کو
خوبانی سے گلے، آلو بخارے مل گئے ہیں

بدن موٹے ہیں ، جن کے اور چہرے رنگ برنگے
اب آپس میں غبارون سے غبارے مل گئے ہیں

ردیف عمرانؔ کی اچھی نہیں لگتی ہے ، جن کو
کچھ ایسے شعر گو آپس میں سارے مل گئے ہیں

بتا دو مولوی ڈیزل کو کھانا لگ گیا ہے
اُسے کہہ دو کہ حلوے میں چھوارے مل گئے ہیں

محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب (مرحوم)

یادِ رفتگان

عاصی صحرائی

ویسے تو دنیا میں سبھی انسان آتے ہیں اپنی زندگیاں گزار کر چلے جاتے ہیں۔مگر بعض ہستیاں دنیا پر آتی ہیں تو وہ ایسے کارنامے انجام دے کر بطور اپنی یادوں کے چھوڑ جاتے ہیں اُن میں سے ایک ہمارے محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب بھی تھے۔ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے ناطے خوبصورت اور وجیہ نوجوان تھے۔اپنے نیک والدین کے خواہش کے مطابق وقف زندگی کو کمال تک نبھایا اور ایک وفا شعار خادم کی طرح اطاعتِ خلافت کو مقصدِ جان بنا کر انگلستان میں ایک لمبے عرصے تک قیام کیا۔اسلام کی تبلیغ میں دن رات ایک کر دیا۔حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان کے ساتھ دس سال سے بھی زائد عرصہ ایک فیملی ممبر کی طرح گزارا۔ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل لارئیٹ سے بھی بہت قرب رہا۔محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب نے تادم وفات برطانیہ میں ۵۰۰ کلب اور سوسائٹیز میں اسلام اور موازنہ مذاہب کے موضوع پر خطاب کیا۔ان کی سوانح عمری کی تفصیل پڑھنے کے لئے ایک طویل وقت درکار ہے۔ان کی ساری زندگی خدمت اسلام میں ایک مجاہد جرنیل کی سی گزری۔آپ بہترین مبلغ، مقرر، مصنف، دانشمند، اور شجرِ سایہ دار تھے۔آپ نے ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔آپ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔آپ کے والد نے ۱۹۲۱ء میں احمدیت قبول کی۔آپ نے ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔اور شاہد کی ڈگری جامعۃ المبشرین سے ۱۹۵۸ء میں سے لی۔انگریزی زبان تو ان کی باندی تھی۔۱۹۵۹ء میں آپ کی تقرری مسجد لندن اور مشنری انچارج برطانیہ ہوئے۔۱۹۷۰ء میں پاکستان واپس آئے اور حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ مقرر ہوئے۔۱۹۷۱ء میں واپس لندن آئے اور امام کے طور پر اپنی سابقہ ذمہ داری دوبارہ سنبھالی۔۱۹۷۹ء میں پاکستان بلائے گئے اور ۱۹۸۷ء میں واپس لندن آئے۔آپ نے درج ذیل عہدوں پر کام کیا۔۱۔امام مسجد فضل لندن ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء۔۔۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۹ء۔۲۔مسلم ہیرالڈ میگزین کے بانی ایڈیٹر۔۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۹ء۔۳۔پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۱ء۔۴۔وکیل التصنیف ربوہ ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء۔۵۔ایڈیشنل وکیل التبشیر ،لندن ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۷ء۔۶۔ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن۔۷۔ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۵ء۔۹۔ممبر صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔۱۰۔ممبر افتاء کمیٹی ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء۔۱۱۔ممبر بورڈ آف قضاء۔۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۷ء۔۱۲۔ممبر اور وائس پریذیڈنٹ روٹری کلب آف وانڈز ورتھ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۷ء۔۱۳۔پریذیڈنٹ روٹری کلب آف وانڈز ورتھ ۱۹۷۸ تا ۱۹۷۹ء۔آپ کو ۱۹۶۸ء میں لائبیریا کے صدر مملکت جناب ٹب مین کی دعوت پر بطور مہمانِ خصوصی بلایا گیا۔اور لائبیریا کا اعزازی چیف مقرر کیا گیا۔آپ نے ۱۹۷۸ میں کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ لندن میں کسرِ صلیب کانفرنس (مسیح کا زندہ صلیب سے اُتر آنا) کے موضوع پر انٹرنیشنل کانفرنس منعقد کروائی۔اس کانفرنس کا نہ صرف برطانوی پریس میں بلکہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں بھی غیر معمولی چرچا ہوا۔آپ مندرجہ ذیل کتب کے مصنف ہیں۔۱۔دی مسلم پریئر بک۔یہ کتاب اب تک چار زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔۲۔سوانح حضرت صاحبزادہ عبدالطیفؓ صاحب شہیدؒ ۳۔ٹروتھ اباؤٹ احمدیت۔۴۔سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۵۔محمد ظفر اللہ خان۔۶۔شہیدانِ راہِ وفا۔۷۔اسلام مائی ریلیجن۔۸۔فرام دی ورلڈ پریس۔۹۔اسلام میں عورت کا مرتبہ۔۱۰۔افغان مارٹرز۔۱۱۔سفرنامہ دیارِ حبیب۔۱۲۔خوشگوار یادیں۔۱۳۔درسِ عبرت۔محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب اب تک برطانیہ میں ۵۰۰ کلب اور سوسائٹیز میں اسلام اور موازنہ مذاہب کے موضوع پر خطاب کر چکے ہیں۔یہ ماہ اُن کی وفات کا مہینہ ہے۔خاکسار اُن سے ہمیشہ متاثر رہا، قندیل ادب انٹرنیشنل جاری کرانے میں اُن کی حوصلہ افزائی نے مجھے اس قابل کیا۔مشاعروں کے انعقاد میں بہت معاونت فرماتے۔اس میدان میں ان کی بہت واقفیت تھی۔وہ جب سے لندن میں آئے تھے علم و ادب کی محافل کے لئے ہر وقت سرگرم رہے۔حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ برطانیہ کے موقع پر سارے برطانیہ سے شعراء کو اکٹھے کرنا ان کا ہی کارنامہ تھا۔اس مشاعرے میں حضور نے بخش لائلپوری کو اپنا قلم بھی مرحمت فرمایا تھا۔آپ نے ۱۹۷۴ میں بھی جماعت کے مخالف حالات کی خبریں سب اخبارات میں شائع کرواتے رہے۔آپ کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے جو پھر کسی موقع پر بیان کی جائے گی۔خدا غریق رحمت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل

فرزانہ فرحت صاحبہ کے شعری مجموعہ ’’آنسو‘‘ کی تقریب رونمائی کے بعد عظیم الشان مشاعرہ

ڈیوس بری کے صوفی شاعر محمد یعقوب رضوی صاحب کے پنجابی شعری مجموعہ ’’تانگاں دے تیر‘‘ کی بھی رسم اجرا

رپورٹ فوٹو: امجد مرزا امجد

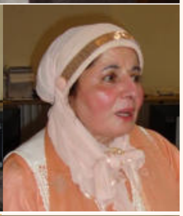

سابقہ تیرہ برس سے لندن کی پہلی معروف ادبی تنظیم ’’والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم‘‘ جو ہر ماہ کی پہلی اتوار کو بھرپور ادبی محفل کا انعقاد کرتی ہے جس میں مصنفین کی کتابوں کی تقریب رونمائی کے بعد عظیم الشان مشاعرہ ہوتا ہے جس میں لندن اور گردونواح کے شعرا و شاعرات بڑے شوق و ذوق سے حصہ لیتے ہیں۔

ستمبر کے ماہ کی پہلی اتوار یکم کو بھی ایک بجے پروگرام کی شروعات ہوئی تمام مہمانوں کی تواضع مزیدار گرم گرم سموسوں چائے اور بسکٹ سے کی گئی اس دوران نماز ظہر کا بھی وقت ہوگیا لہذا جن لوگوں نے نماز ادا کرنی تھی ان کے لئے جائے نماز اور کرسی ایک محفوظ کونے میں بچھائی گئی۔ پونے دو بجے امجد مرزا نے تمام مہمانان مجلس کو خوش آمدید کہا اور اسٹیج پر آج کی صدارت کے لئے بڑی مدت کے بعد تشریف لائی معروف شاعرہ افسانہ نگار حافظ قرآن شاعرہ محترمہ حمیدہ مُعین صاحبہ کو دعوت دی۔ ان کے بعد آج کی مہمان خصوصی صاحب کتاب محترمہ فرزانہ فرحت صاحبہ کو بلایا جن کے شعری مجموعہ کلام ’’آنسو‘‘ تقریب رونمائی ہے۔ تنظیم کے صدر جناب ڈاکٹر شوکت نواز خان بھی اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور فرزانہ فرحت صاحبہ نے پروگرام کی ابتدا کلام پاک سے بڑے خوبصورت انداز میں قرآت کرتے ہوئے کی، جبکہ نعت شریف معروف

گلوکار شیخ محمد یوسف صاحب نے ڈاکٹر رحیم اللہ شاد کی کتاب سے پیش کی ۔

امجد مرزا امجدؔ نے حسب معمول صاحب کتاب فرزانہ فرحت کی شاعری ان کے اندازِ سخن پر نہایت خوبصورت مضمون پڑھا جس میں انہوں نے کہا کہ فرزانہ فرحت پر شاعری کا نزول ایک آبشار کی طرح ہوتا ہے وہ بہت خوب اور اور کثرت سے لکھتی ہیں، ان کے دو مجموعات پہلے بھی خوب پذیرائی حاصل کر چکے ہیں اس مجموعہ کلام ''آنسو'' کے علاوہ ان کی کلیات بھی شائع ہو چکی ہے۔

عابدہ شیخ صاحبہ نے بھی فرزانہ فرحت کی شاعری اور کتاب پر مضمون پڑھا۔ اور حسب معمول صاحب کتاب کے لئے تحفہ بھی لائیں اور پیش کیا ۔امجد مرزا کو بھی مٹھائی کا ڈبہ تحفہ میں دیا۔ ان کے بعد شاعرہ محترمہ کو دعوت دی گئی جنہوں نے اپنی شاعری کا پس منظر پیش کیا اور اپنے دو غزلیں سنا کر خوب داد وصول کی۔ کتاب کی رسم اجرا دونوں صدور ڈاکٹر شوکت نواز اور محترمہ حمیدہ معین رضوی اور عابدہ شیخ نے مل کر کی۔ اور تمام سامعین نے مل کر انہیں مبارکباد دی۔ اس کے بعد ڈیوس بری کے صوفی پنجابی شاعر محمد یعقوب رضوی کا پہلا شعری مجموعہ جو امجد مرزا نے اپنے پبلشنگ ادارے ''سویرا اکیڈیمی لندن'' سے شائع کیا بنام ''تاہنگاں دے تیر'' کا تعارف امجد مرزا نے کرایا اور اس کی تقریب رونمائی بھی اسٹیج پر شائق نصیر پوری، پروفیسر عبدالقدیر کوکب ،فرزانہ فرحت، عابدہ شیخ حمیدہ معین رضوی اور ڈاکٹر شوکت نواز نے مل کر کی ۔

اس رسم کے بعد مشاعرہ کی ابتدا ہوئی جس میں اقبال گل، صوفی لیاقت، چوہدری محمد صدیق، محمد جہانگیر، سلیمان سعود، پروفیسر عبد القدیر کوکبؔ، سید ابصار احمد، شاہین اختر شاہینؔ، یاسمین، شائق نصیر پوری، چوہدری محبوب احمد محبوبؔ، ارشاد محمد خان، ڈاکٹر رحیم اللہ شادؔ، سلطان صابری، نصیر احمد ناصر بٹ۔ محمود علی محمود، عابدہ شیخ اور سیمیں برلاس نے اپنا اپنا کلام پیش کر کے داد وصول کی ۔ آخر میں ادبی محفل کی صدر محترمہ حمیدہ معین نے تمام شعرا و شاعرات اور امجد مرزا کا شکریہ ادا کیا اور اپنی طویل بیماری کا ذکر کیا جس کی وجہ سے ان کا مشاعروں میں آنا جانا ختم ہو کر رہ گیا۔ پھر آپ نے اپنا کلام پیش کیا۔ وقت کی قلت کے باوجود بیس شعرا نے اپنا اپنا کلام پڑھا۔ شوقین ادب نے فرزانہ فرحت صاحبہ کی کتابیں بھی خریدیں اور چار بجے پروگرام کا اختتام بخیر خوبی سے ہوا۔ انشاء اللہ اگلے ماہ کی پہلی اتوار جو 6 اکتوبر کو ایک بجے اسی لائبریری میں ادبی محفل کا انعقاد ہو گا جس میں معروف پنجابی شاعر چوہدری محبوب احمد محبوب کے دوسرے شعری مجموعہ کلام ''اکھیاں دے بوہے'' کی تقریب رونمائی ہو گی اور مشاعرہ بھی دعوت عام ہے۔۔

***

پاکستان زندہ باد (منیر باجوہ)

تیرا درد سہتے ہیں سہتے رہیں گے
دعا ہم ہیں کرتے جو کرتے رہیں گے
دعا ہے ہماری رہے شاد تو
یہ چاہت ہے کرتے جو کرتے رہیں گے
محبت تیری میرا ایمان ہے
تیرا اکرام کرتے ہیں کرتے رہیں گے
تیری ناموس پر پیارے پیارے وطن
جان قربان کرتے ہیں کرتے رہیں گے
حفاظت تیری میں بقا ہے میری
جان دیکر بھی کرتے ہیں کرتے رہیں گے
لاکھ نفرت کریں ہم اہل وطن
ہم الفت ہیں کرتے جو کرتے رہیں گے
تو پائیگا ہم میں وفا کی لگن
لہو تجھ کو دیتے ہیں دیتے رہیں گے
مقدر ہے ذلت تیری دشمنوں کی
ہمیشہ سے رُسوا ہیں ہوتے رہیں گے
ہم دنیا میں بستے کہیں ہوں منیرؔ
ذکر تیرا ہی کرتے ہیں کرتے رہیں گے
تجھے پیار کرتے ہیں کرتے رہیں گے
کہ دل بن کے دل میں دھڑکتے رہیں گے
تیرانام لے لے کے جیتے رہیں گے
تیرا نام لے لے کے مرتے رہیں گے

غزلیات

عشرت معین سیما

اس چشمِ نم سے منظرِ حیراں چلا گیا
خوابوں کا اِک جہان گلستان چلا گیا
شہروں میں آ کے بس گئے حیوان جس گھڑی
غاروں میں پھر سے آج انساں چلا گیا
کچھ وسوسوں میں ایسے کٹی عمرِ بے اماں
اس زندگی سے رشتۂ ایقاں چلا گیا
شرطوں پہ آج کل تو نبھاتے ہیں عاشقی
تب ہی تو چاہتوں سے یہ پیماں چلا گیا
زاہد کی کچھ حکایتیں سن کر لگا مجھے
بس دین رہ گیا یہاں، ایماں چلا گیا
یہ دھڑکنیں تمہاری تو سیمآ فریب ہیں
دل سے اگر جو جذبۂ احساں چلا گیا

نامعلوم

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسن، دوعالم سے
مگر دل سے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی
کئی بار اس کی خاطر ذرّے ذرّے کا جگر چیرا
مگر یہ چشمِ حیراں، جس کی حیرانی نہیں جاتی
نہیں جاتی متاعِ لعل و گوہر کی گراں یابی
متاعِ غیرت و ایماں کی ارزانی نہیں جاتی
مری چشمِ تن آساں کو بصیرت مل گئی جب سے
بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی
سرِ خسرو سے نازِ کجکلاہی چھن بھی جاتا ہے
کلاہِ خسروی سے بوئے سلطانی نہیں جاتی
بجز دیوانگی واں اور چارہ ہی کہو کیا ہے ؟
جہاں عقل و خرد کی ایک بھی مانی نہیں جاتی
نشان کیوں کر مٹا دین یہ پریشانی نہیں جاتی
بگولوں سے ہماری قبر پہچانی نہیں جاتی
خدائی کی ہے یہ ضد اے بت یہ نادانی نہیں جاتی
زبردستی کی منوائی ہوئی مانی نہیں جاتی
ہزاروں بار مانی حسن نے ان کی وفاداری
مگر اہلِ محبت ہیں کہ قربانی نہیں جاتی
سحر کیو قت منہ کلیوں نے کھولا ہے پئے شبنم
ہوا ٹھنڈی ہے مگر پیاس بے پانی نہیں جاتی
قمر کل ان کے ہونے سے ستارے کتنے روشن تھے
وہی یہ رات ہے جو آج پہچانی نہیں جاتی
نظر کی عیب جوئی دِل کی ویرانی نہیں جاتی
یہ دوصدیوں کی عادت ہے یہ آسانی نہیں جاتی
مسلمانوں کے سر پر خواہ ٹوپی ہو نہ ہو لیکن!
مسلمانوں کے سر سے بوئے سلطانی نہیں جاتی
خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ پیدا ہوگئے ہیں اور حیرانی نہیں جاتی
جہاں تک کثرتِ اولاد نے پہنچا دیا اس کو
وہاں تک بندہ پرورنسل، انسانی نہیں جاتی
یہ اچھی فقرو استغنا کی صورت ہے معاذاللہ
کہ پوری قوم کی صورت ہی پہچانی نہیں جاتی
مجز و آرٹ کی لمبوتری عورت عجب شے ہے
جو اس کو دیکھ لو پہروں پشیمانی نہیں جاتی
کسی صورت نمودِ سوز پہچانی نہیں جاتی
بجھا جاتا ہے دل چہرے کی تابانی نہیں جاتی
صداقت ہو تو دل سینے سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی
جلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مٹے جاتے ہیں گر گر کر
حضورِ شمع پروانوں کی نادانی نہیں جاتی
وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی
محبت میں اک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی
جگر وہ بھی از سرتا پا محبت ہی محبت ہیں
مگر ان کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

محمد اسلم صابر

خریدا خون سے اِک خطۂ ارضی مسلماں نے
مگر کی خونِ مسلم ہی کی ارزانی مسلماں نے
بھلا معلوم ہے کیوں کر یہ جور و ظلم در آیا
ہے بے خوفی سے چھوڑی قدرِ انسانی مسلماں نے
کہیں مسمار مندر ہو رہا ہے اور کہیں گرجا
کہیں مسجد گرانے کی بھی ہے ٹھانی مسلماں نے
دلوں پہ حکمرانی کی تھی خوش خلقی سے مسلم نے
بھلائے سارے آدابِ جہاں بانی مسلماں نے
خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے ڈرو اُس سے
بہت کچھ اب تلک کر لی ہے من مانی مسلماں نے

آصف ثاقب، بوئی

اب ہاتھ میں فن نیا کوئی ہو
اندازِ سخن نیا کوئی ہو
جو چال چلی وہ ہے پرانی
اب اپنا چلن نیا کوئی ہو
جذبات کی شدتیں نئی ہوں
سینے میں جو من نیا کوئی ہو
تعمیر میں ہوں نئے قرینے
معمارِ وطن نیا کوئی ہو
یا کام کے ذائقے بدل لیں
یا ذوقِ دہن نیا کوئی ہو
ثاقبؔ یہ ترا کام ہے کیا
اے شخصِ سخن نیا کوئی ہو

مظفر حنفی، نئی دہلی

ہماری سادگی میں کوئی پرکاری نہیں ہوگی
میاں ہم سے اندھیرے کی طرف داری نہیں ہوگی
محبت کے لئے نرمی نہیں ہوگی ترے دل میں
تو ریگستان میں یہ نہر بھی جاری نہیں ہوگی
ہمیں بھی تیرنا آتا ہے لیکن سوچنا ہوگا
نہیں ڈوبتے تو دریا کی دل آزاری نہیں ہوگی
ترے بیمار کے سینے میں گنجائش ہی کتنی ہے
اسے دل کے علاوہ کوئی بیماری نہیں ہو گی
ہمارے پاؤں میں چھالے بہت ہیں اس لئے
ہم پر گل افشانی نہیں ہوگی گہر باری نہیں ہوگی
ہمیشہ سے وہی کہتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں
مظفرؔ شاعری میں ہم سے عیاری نہیں ہوگی

ناصر زیدی، لاہور

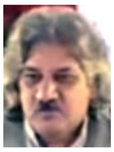

وقت کی ہواؤں کا زور یوں بھی چلتا ہے
سو چراغ بجھتے ہیں اِک چراغ جلتا ہے
کس طرح وہ جائے گا ساتھ ساتھ منزل تک
ہر قدم پہ جو اپنا راستہ بدلتا ہے
لازوال ہے آخر، کون اس زمانے میں
چاند جب اُبھرتا ہے آفتاب ڈھلتا ہے
چاہوں بھی تو میں اس کو مار ہی نہیں سکتا
ایک سانپ جو میری آستیں میں پلتا ہے
تیری دل نوازی سے ، تیری بے نیازی سے
میری عمر کا سورج زاویے بدلتا ہے
میں بھلا تو سکتا ہوں ایک غارت جاں کو
ہائے دل کی مجبوری ، دل کہاں سنبھلتا ہے
کون ٹھہر سکتا ہے اس کے رُوبرو ناصر
اس کی تابشِ رُخ سے آفتاب جلتا ہے

ظفر اقبال ظفر، فتح پور ہسوا۔انڈیا

پہچان کھو گئی ہے حوالوں کے شہر میں
یہ کیسی تیرگی ہے چراغوں کے شہر میں
وہ رنگ نور ہے کہ ٹھہرتی نہیں نظر
کیا آ گیا ہوں چاند ستاروں کے شہر میں
شکوہ نہیں کرے گا کوئی تشنگی کا اب
چشمے ابل پڑے ہیں سرابوں کے شہر میں
مہماں نوازی ایسی دیکھی نہیں کہیں
کانٹے ملے ہیں مجھ کو گلابوں کے شہر میں
رومیوں کی گرد نہ آنکھوں سے ہٹ سکی
اک عمر کٹ گئی مری خوابوں کے شہر میں
حبس ہے کہ سانس بھی لینا محال ہے
لے آیا کون مجھ کو عذابوں کے شہر میں
مرے مزاج میں بھی گھل گئی ظفر
جب سے گیا ہوں شعلہ مزاجوں کے شہر میں

ایاز صدیقی، ملتان

بے متاعِ خونِ دل نقدِ سخن ملتا نہیں
سوز و سازِ میرؔ و غالبؔ بے لگن ملتا نہیں
کس دریچے میں نہیں وہ خود نما چہرہ کشا
کون سے منظر میں وہ جلوہ فگن ملتا نہیں
عرضِ حالِ دل سرِ محفل نہیں مجھ کو قبول
اور سرِ خلوت وہ جانِ انجمن ملتا نہیں
جس میں خار وگل بیک رخ اپنا چہرہ دیکھ لیں
ایسا آئینہ سرِ بزمِ چمن ملتا نہیں
ہر کلی ہوتی نہیں شہزادیٔ اقلیمِ گل
ہر کل کو رنگ و بو کا پیرہن ملتا نہیں
محو ہیں سب دوسروں کے خواب کی تعبیر میں
اب کوئی اپنے خیالوں میں مگن ملتا نہیں
زندگی میں غم بھی بے پایاں، خوشی بھی بیکراں
کس کنارے پہ یہ قلزم موجزن ملتا نہیں
عارضِ جدت پہ ہے حسنِ روایت سے نکھار
عہدِ نو بے گردشِ چرخِ کہن ملتا نہیں
بندۂ مہر و وفا کوئی نہیں مثلِ ایازؔ
غزنوی سا کوئی مردِ بت شکن ملتا نہیں

ڈاکٹر محمد امین، ملتان

میں گفتگو میں اگرچہ اتنا طاق نہیں
یہ واقعہ ہے مجھے تجھ سے اتفاق نہیں

ذرا رُکو تو سہی غور سے سنو تو سہی
میں ناگوار سہی اس قدر بھی مشاق نہیں
عجب سیاست دنیا ہے عجیب مکرو فریب
یہ حادثہ جو ہوا محض اتفاق نہیں
کچھ ایسی بے حسی کی کیفیت سی طاری ہے
سرور وصل نہیں اور غم فراق نہیں
اسی کو ہم نے محبت کا نام دینا ہے
مجھے طلب نہیں تجھ کو اشتیاق نہیں

احمد مسعود نوٹنگھم

بات بھائی سے نہیں ہے بھائی کی
بات کرتے ہیں سبھی تنہائی کی
بات یہ کیا جب بھی ملنا تجھ سے
بات کرنا بس تری رعنائی کی
سوچتا ہوں مجھ کو آگے لا کے وہ
کر رہا ہے بات کیوں پسپائی کی
خوش نہ تھا جو ساتھ میرے رہ کے بھی
کیسے کاٹے کا وہ شب تنہائی کی
رہ نہیں سکتا اکیلا آدمی
بات زیبا رب کو ہے یکتائی کی
کیا ملے ناقد کو میرے شعر میں
بات کوئی بھی نہیں گیرائی کی
بات کی مسعودؔ نے دل کی مگر
بات سنتا کون ہے سودائی کی

وجے ارون، ممبئی

یہاں فرصت کسے ہے عاشقی سے
کہ ہوں شکوے شکایت زندگی سے
کہوں گا کس زباں سے اس کو دشمن
کنارا کر تو لوں اب دوستی سے
جلا ہے جب سے میرا آشیانہ
بہت ڈر نے لگا ہوں روشنی سے
نہ ہوگی بندگی تو حال کیا ہو
اگر یہ حال ہے اب بندگی سے
اُدھورے کام پورے کب کرے گا
'ارون' پیارے کمر کس لے اب مردانگی سے

عبدالرشید چغتائی، برمنگھم

ان کی نظر کچھ اور ہے اپنا مقدر اور ہے
دلبر کے دلبر ہم نہیں دلبر کا دلبر اور ہے
بادِ صبا کی چال سے گرنے لگے پتے ہیں جو
ان کے لئے بھی کیا بھلا پت جھڑ کا منظر اور ہے
بے ہوش ہیں مدہوش ہیں لیکن ہمہ تن گوش ہیں
اتنا بتا دو تم ذرا کیا ایک ساغر اور ہے
نالے کی لے تجھ کو ستمگر اور کیا سمجھائے گی
زخموں کا کہنا ہے ابھی اک تیز خنجر اور ہے؟
حسرت بھری نظریں رہیں ہر گھر کی تختی پڑھ چکے
جانے مرا گھر اور تھا شاید ترا گھر اور ہے

مامون ایمن، نیویارک

دم بہ دم زندگی ہے میرے ساتھ
دن بھی ہے رات بھی ہے میرے ساتھ
گم رہی کا سراغ رکھتا ہوں
اس لئے آگہی ہے میرے ساتھ
میں نہیں جاگتا کبھی تنہا
رات بھی جاگتی ہے میرے ساتھ
کوہ نوردی کا شوق ہے مجھ کو
غم سراسر خوشی ہے میرے ساتھ
مجھ کو تنہائی ڈس نہیں سکتی
شاعری من چلی ہے میرے ساتھ
آئینہ عکس سے جدا ٹھہرا
آشنا ، اجنبی ہے میرے ساتھ
چھپ کے خود سے میں رو بھی سکتا ہوں
اک انوکھی ہنسی ہے میرے ساتھ
ناز پیما ہے میری گویائی
وقت کی خامشی ہے میرے ساتھ
دل میں ایمنؔ سراب یادوں کا
ایک بستی بسی ہے میرے ساتھ

محمد جمیل احسن، سویڈن

ہم جو فکرِ معاش میں نکلے
چاندنی کی تلاش میں نکلے
توبہ توبہ جو گھوم کر دیکھا
فرق کچھ بود و باش میں نکلے
جتنے چہرے تھے مختلف ٹھہرے
نقش لاکھوں تراش میں نکلے
ہر گھر میں ملے وطن کے امیں
ہم وطن ہر قماش میں نکلے
دل جو ٹوٹے تو کچھ نظر آئے
عکس کچھ پاش پاش میں نکلے
کاش اپنی خبر کہیں تو ملے
جان اپنی تلاش میں نکلے
ہم یہ بازی جمیلؔ جیت سکیں
کوئی پتہ تو تاش میں نکلے

محسنہ جیلانی، لندن

میری نوائے شوق کا کیا صلہ دیا
دردِ غمِ جہاں سے غمِ دل ملا دیا
دل ہے کہ آگ سی ہے بدن میں لگی ہوئی
آتشکدہ ہے مٹی کے گھر میں رکھا ہوا
آنکھیں تو ہنس رہی تھیں مگر جانے کیا ہوا
بادل نے آتے آتے ڈوپٹہ بھگو دیا
یہ مرا حوصلہ کہ میں چپ چاپ جل گئی
یہ تری دین دل جو دیا سو دکھا دیا
اب کیسے کہہ سکو گے کہ انسان زندہ ہے
کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں کو زندہ جلا دیا
کیسا نگارِ زیست کے چہرے پہ خون ہے
کہتے ہو تم کہ تم نے زمانہ سجا دیا
اشکوں سے رات اپنے ستارے سجا گئی
سورج نے وقت شام یہ پیغام کیا دیا
بچہ ہنسا تو پھول ہنسنے لگے تھے ساتھ
ایسا لگا کہ جیسے خدا مسکرا دیا

نجمہ عثمان، لندن

دیئے کے سامنے تیرہ شبی ہے کتنی دیر
ہوائے دہر کی یہ برہمی ہے کتنی دیر
ابھی سے ترکِ مراسم کا تو ملال نہ کر
ذرا ٹھہر کہ یہ آزردگی ہے کتنی دیر
مرا وجود تری ذات سے جڑا ہے مگر
ترے وجود کی خوش قامتی ہے کتنی دیر
بڑے ہی چاؤ سے یادوں کے پھول ٹانکے ہیں
میری گرفت میں یہ اوڑھنی ہے کتنی دیر
غمِ فراق کے گُھل سے گئے حنا میں رنگ
عروسِ شام کے لب پر ہنسی ہے کتنی دیر
ہرایک سمت سے تاریکیوں کی یورش ہے
یہ روشنی بھی مگر روشنی ہے کتنی دیر

فرزانہ فرحت، لندن

ہو جائے مزہ میری محبت کا دوبالا
پہناؤ مجھے آکے جو اک پھول کی مالا
مدت سے ترستی ہوں میں دیدار کی خاطر
چاہت کو بھی الفاظ میں تم نے نہیں ڈھالا
میں راہِ محبت میں وفا بن کے چلی ہوں
اک زخم میں ڈھلنے لگا ہر پاؤں کا چھالا
شیریں، ترے الفاظ ہیں شیریں ترا لہجہ
دو پھر مجھے تم آج وہ امرت بھرا پیالہ
اک عمر ہوئی جب سے مرے دل میں مکیں ہے
مت پوچھ کہ کس طرح ترا پیار سنبھالا
اے دوست تجھے فکر زمانے کی ہے فرحتؔ
چاہت کو تری میں نے بڑے چاؤ سے پالا

سنا ہے

سنا ہے لاکھوں مسلمان جمع ہیں مکّہ میں
سنا ہے حج بھی کیا ہے سبھی نے اب کے بھی
سنا ہے عید منائی گئی ہے دنیا میں
کروڑوں لوگ رکوع میں سجود میں دیکھے
سنا ہے خطبہ سنایا گیا ہے لوگوں کو
سنا ہے سینکڑوں قربان جانور بھی ہوئے
مگر سنا ہے کسی نے ہمارے پہلو میں
ہمارے جیسے ہی انسان کاٹ ڈالے ہیں
بہت نہتّے مسلمان کاٹ ڈالے ہیں
سنا ہے بیٹیاں آنچل تلاش کرتی ہیں
کڑکتی دھوپ میں بادل تلاش کرتی ہیں
سنا ہے آگ لگا دی گئی ہے گھر گھر میں
سنا ہے موت بٹھا دی گئی شہر بھر میں
یہ کارواں ہی نہیں، میر لٹ گیا لوگو
تمھیں خبر ہے کہ کشمیر لٹ گیا لوگو؟
سنا ہے سب کو خبر ہے مگر سبھی چپ ہیں
تو آؤ اگلے برس تک کا انتظار کریں
پھر اگلی عید کے خطبے پہ انحصار کریں
اگر جہاد نہیں، حج تو بار بار کریں

ڈاکٹر طارق احمد مرزا
مزاحیہ کلام

سمجھوتے کا اب وقت نہیں، وقتِ عمل ہے
"سمجھوتہ ٹرین" تو بند ہوگئی کل سے !
دل تقویٰ سے خالی ہو تو ہر سعی ہے ناقص
الحاق کرو، جنگ کرو، یا کرو جلسے
کشمیر و فلسطین ہو، کابل ہو یا بغداد
دل جیتے نہیں جاتے کبھی جنگ وجدَل سے
گو آج لہو رنگ ہے کشمیر کی ہر جھیل
ایسا تو رہے گا نہ سدا، کہہ دو کنول سے
آخر پہ صداقت ہی یہاں ہوگی ظفریاب
شہروں میں منادی ہو، کہو دشت وجبل سے
اک روز جہاں بھر میں محبت ہو گی نافذ
طارقؔ ہے یہ اُمید ہمیں یارِ ازَل سے

قندیل ادب انٹرنیشنل میں
اشتہارات دیکر اپنی تجارت کو
فروغ دیں (ادارہ)

افتخار راغب
کتاب خیال چہرہ

اُمید مت لگاؤ تدبیر سے زیادہ
ملتا نہیں کسی کو تقدیر سے زیادہ
تقدیر سے زیادہ تدبیر آزماؤ
تقدیر پر یقیں ہو تدبیر سے زیادہ
گجرات سے زیادہ زخمی کیا گیا ہوں
ہے درد میرے دل میں کشمیر سے زیادہ
اُس قوم کی قیادت پھر رہ سکی نہ قائم
تخریب کی جب اُس نے تعمیر سے زیادہ
حالاں کہ قصرِ فن کی کمزور سی کڑی ہوں
لیکن ہے بوجھ مجھ پر شہتیر سے زیادہ
چاہت کی ڈور ہے یہ، دو دل بندھے ہیں اِس میں
مضبوط ہے یہ دھاگا زنجیر سے زیادہ
فرصت کہاں کسی کو اِس دورِ تیز رَو میں
تلخیص کارگر ہے تفسیر سے زیادہ
ہے وقت کا تقاضا راغبؔ کہ ہو توجہ
تقریر و گفتگو پر تحریر سے زیادہ

مدثر احمد نقاش

وہ نورِ آفتاب ہے وہ حسن لاجواب ہے
وہ معرفت کے ارجمند پہ مثلِ ماہ تاب ہے
وہ با اَدب سماج میں اَدب کی اک کتاب ہے
نصیحتوں کے باب میں وہ بے بہا نصاب ہے
جو فکر کے دیار میں دلیلِ اختلاف ہو
وہی تو اختلاف میں دلیلِ لاجواب ہے
وہ شب قدر نما ملا ستائیسویں کی رات میں
وہ غلبہء اسلام میں اب مصطفیٰ کا خواب ہے
وہ با خدا سا آدمی جسے خدا نما کہیں
وہ آسماں سے بازگشت کا آخری جواب ہے
بدل چکے ریاضتوں عقیدتوں کے طور سب
خدا قسم اب اس کے پاس بیٹھنا ثواب ہے
خوشا نصیب ہے نقاّش کہ ایسا رہنما ملا
جو رُت خزاں میں ہر جگہ کِھلا ہوا گلاب ہے

نذرِ فیض
رانا نجیب اللہ خاں ایازؔ

رات یوں دل میں کسی یاد کی خوشبو آئی
جیسے گلشن میں مہک اُٹھے کوئی تازہ کلی
جیسے رقصاں ہو خوشی میں دل افروز پری
اپنی خوابیدہ سی آنکھوں میں بھرے جام لئے
مرمریں جسم کو بے پردہ سرِ عام لئے
شہرِ ویران کی تنہائی پہ احساں کرنے
اپنے ہاتھوں سے مرا چاک گریباں کرنے
مانگنے آئی ہے کچھ عمرِ گزشتہ کا حساب
دل کی گہرائی میں کچھ ڈوبتے بہتے ہوئے باب
مرمریں ٹاٹ پہ بیٹھے ہوئے بھولے چہرے
ناگہاں سولی رفتہ پہ ہیں جھولے چہرے
ناز و انداز، خد و خال ہیں دُھندلائے ہوئے
ناتواں بکھرے ہوئے پھول سے مرجھائے
ہوئے پوچھنے آئی ہے اس زہرہ جبیں کی باتیں
جس سے مخمور تھیں اس خاک نشیں کی راتیں
جس کی موہوم سی زلفوں کو ترستی تھی بہار
جیسے کرنوں کو ترس جائیں برف پوش پہاڑ
شہرِ خاموش میں نغموں کی صدا تھی جس سے
زندگی خوابِ مسلسل کی طرح تھی جس سے
رات یوں دل میں اُسی یاد کی خوشبو آئی

ڈاکٹر فضل الرحمان تنزانیہ

لکھے تھے جو حروفِ عشق، باریاب ہوگئے
مری وفا، مرا قلم، مری کتاب ہوگئے
نگار خانۂ دلِ مرا جگمگا اُٹھا
کبھی جو آ کے بام پر وہ بے نقاب ہو گئے
مرے عدو نے سو برس ملامتوں میں کھو دیئے
جو بے نشان، بے اثر تھے، بے حساب ہو گئے
جنہیں غرورِ علم و آگہی تھا، راہ بھٹک گئے
اُنہی کو منزلیں ملیں جو ہمرکاب ہوگئے
جو بدگماں تھے جل اُٹھے ہیں حسرتوں کی راکھ میں
جو خواہشیں تھیں ولولے تھے، سب حباب ہو گئے
دعا کا معجزہ تھا یا کسی نظر کا فیض تھا
جو زندگی میں خار تھے، سبھی گلاب ہوگئے
ہوائے دہر بھی چراغِ عشق نہ بجھا سکی
سرِ فرازِ طُورِ غم وہ آفتاب ہوگئے
اخیر شب ہے، جاگتے رہو، کوئی نہ کہہ سکے
سحر قریب تھی تو یار محوِ خواب ہوگئے

سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تین عنایات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ گندم اور اناج میں کیڑے پیدا کر دیے ورنہ لوگ اسے سونے اور چاندی کی طرح ذخیرہ کر لیتے اور لوگ بھوکوں کو مرجاتے۔

۲۔ موت کے بعد مُردے کے جسم میں بدبو پیدا کی ورنہ کوئی اپنے پیاروں کو دفن نہ کرتا۔

۳۔ مصیبت اور دُکھ کے بعد صبر و سکون دیا ورنہ زندگی کبھی خوشگوار نہ ہوتی۔

تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

"اللہ اکبر"

اطہر حفیظ فراز

درود پاک کثرت سے، محرم کا مہینہ ہے
یہ اک حسرت پرانی ہے، اسی خواہش پہ جینا ہے،
سبو ساغر اُٹھا لاؤ!! شہادت جام پینا ہے
مرے رہبر کا فرماں ہے، سنو تم اے جہاں والو!!
درود پاک کثرت سے، محرم کا مہینہ ہے
یزیدی طاقتیں اک دن خود اپنے سر کو پھوڑیں گی،
محبت آل سے کر لو کہ یہ جنت کا زینہ ہے
ذرا سا بغض بھی رکھا حسین ابن علی سے جو،
ہے موجب سلب ایماں کا، یہ اک واضح قرینہ ہے
وہ طاہر بھی، مطہر بھی، وہ سردار عدن بھی ہے،
جو مہدی نے بیاں کی ہے، کسی نے بھی کہی نہ ہے
وہ جو باطل کے حامی ہیں، وہ کوڑی سے بھی کمتر ہیں،
ہاں جس نے حق کو پہچانا وہی بس اب نگینہ ہے
نہ طوفانوں سے ڈرتے ، نہ ہی خائف ہیں موجوں سے،
خدا اس کا محافظ ہے، محمد کا سفینہ ہے
محمد کے چراغوں کی وفا سے لو بڑھائیں گے،
مگر سب کچھ دعاؤں سے اگرچہ زخمی سینہ ہے
خدا والے خدا سے ہی زمانے کا گلہ کرتے،
یہ کیسا شور ہے، دنیا کا کس نے امن چھینا ہے
فراز!! اس در پہ جھک جائیں، اسی سے ہم اماں مانگیں،
وہاں پر ''ہاں'' سدا یارو!! وہاں پر ''ناں'' کبھی نہ ہے

اعظم نوید کینیڈا

(محترم برادرم مبارک صدیقی صاحب کی شہرہِ آفاق غزل کی زمین میں)

غرور و نخوت کو دل سے اپنے مِٹا کے رکھنا کمال یہ ہے
ہر اک بُرائی سے اپنا دامن چُھڑا کے رکھنا کمال یہ ہے
اکڑ کے چلنا زمیں پہ ایسے کہ جیسے ہم سا نہیں ہے کوئی
جبیں کو اپنی ہمیشہ نیچے جھکا کے رکھنا کمال یہ ہے
ہر اک بڑے کو ادب سے مِلنا، ہراک کو پہلے سلام کرنا
ہمیشہ سچ کو زباں پہ اپنی سجا کے رکھنا کمال یہ ہے
محبتوں کے دیئے جلانا، جلا کے ان کو نہ پھر بُجھانا
چراغِ اُلفت کو آندھیوں سے بچا کے رکھنا کمال یہ ہے
کوئی نظر سے گِرائے تم کو اسے بھی سر آنکھوں پر بٹھانا
رِدائے اُلفت سے اپنے غم کو چُھپا کے رکھنا کمال یہ ہے
نہ لانا لب پر کوئی شکایت، خدا سے کہنا سبھی حکایت
یہ جھوٹی دنیا سے دل کو اپنے ہٹا کے رکھنا کمال یہ ہے
ہزار نفرت کرے زمانہ، نہ جی کو اپنے کبھی جلانا
غموں کو اپنے ہمیشہ سینے لگا کے رکھنا کمال یہ ہے
رہِ خدا پر ہمیشہ چلنا، قدم کہیں بھی نہ لڑکھڑانا
یہ دینِ حق کا عظیم پرچم اُٹھا کے رکھنا کمال یہ ہے
خدائے برتر کو ہے جو پیارا وہی ہے آنکھوں کا میری تارا
ہر اک محبت کو اسکے آگے جُھلا کے رکھنا کمال یہ ہے
کوئی تمھیں گر بُرا کہے بھی اُسے کبھی تم بُرا نہ کہنا
''خزاں کی رُت میں گلاب لہجہ بنا کے رکھنا کمال یہ ہے''
یتیم کے سر پہ ہاتھ رکھنا، دُکھی دلوں کا مداوا کرنا
خدا کے رستے میں اپنی دولت لُٹا کے رکھنا کمال یہ ہے

اگر عورت

*- عورت اگر پرندے کی صورت میں خلق ہوتی تو ضرور ''مور'' ہوتی۔
*- اگر چوپائے کی صورت میں خلق ہوتی تو شاید ''ہرن'' ہوتی۔
*- اگر کیڑے مکوڑے کی شکل میں تخلیق کی جاتی تو ''تتلی'' ہوتی۔
*- لیکن وہ انسان خلق ہوئی تا کہ ماں بہن اور عشق بنے۔
*- عورت اتنی بڑی ہے، اشرف المخلوقات خدامیں سے ہے۔
*- اس حد تک نازک مزاج کہ پھول اسے راضی اور خوش کر دیتا ہے۔ اور ایک لفظ اسے مار دیتا ہے۔
*- عورت تمہارے دل کے نزدیک سے بنائی گئی ہے تا کہ تم اسے دل میں جگہ دو
- تعجب آور ہے کہ عورت اپنے بچپنے میں باپ کے لئے برکت کے دروازے کھولتی ہے۔- اپنی جوانی میں اپنے شوہر کا ایمان کامل کرتی ہے۔
*- ماں بنتی ہے تو اس کے قدموں تلے جنت آ جاتی ہے۔

احسان فراموش قوم کا محسنِ - جنرل محمد ایوب خان (ادارہ)

لاہور کی خستہ حال بادشاہی مسجد کو کس شخص نے از سر نو مرمت کرا کر شاندار بنا دیا تھا...؟اس شخص نے کروڑوں روپے خرچ کر کے ساری مسجد مرمت کروائی اور میناروں پر سنگ مرمر کے سفید گنبد بنوا مسجد کا مین دروازہ اور شاندار سیڑھیاں بنوا کر مسجد کو دیدہ زیب بنا دیا۔ چو برجی لاہور کے تین مینار تھے اور کھنڈر پڑی تھی۔ اس شخص نے چوتھا مینار اور ساری عمارت کو مرمت کروا کر اس کی عظمت بحال کی؛ لاہور کا شالامار باغ ویران پڑا تھا عمارت بربادتھی اور راہ داریاں ٹوٹی پھوٹی تھیں اور فوارے کام نہیں کرتے تھے بلکہ سارا باغ ہی ویران پڑا تھا اسی شخص نے شالامار باغ کو از سر نو مرمت کروایا اس وقت سے لوگ اسے بطور سیر گاہ استعمال کر رہے ہیں اسی شخص نے قرارداد پاکستان کی جگہ عالیشان مینار پاکستان تعمیر کروایا تھا۔

یہ وہ شخص تھا جس نے پاکستان کا دارالحکومت کراچی سے لا کر پہاڑوں کے بیچ اسلام آباد جیسی محفوظ جگہ پر بنوایا اور خوبصورت سرکاری عمارتیں تعمیر کرائیں (پاکستان PI480 کے تحت امریکہ سے گندم خیرات میں لیا کرتا تھا) یہ وہ شخص تھا جس نے پاکستان کو خوراک میں خود کفیل بنانے کے لیے سارے پاکستان میں اشتمال اراضیات کرایا اور لوگوں کی بکھری زمینیں یکجا کرا دیں۔ یہ وہ شخص تھا جس نےفیصل آباد میں زرعی تجربات کے لئے 100 ایکڑ رقبے پر زرعی یونیورسٹی قائم کی یہ وہ شخص تھا جس نے آب پاشی اور بجلی پیدا کرنے کے لیے پہلے وارسک ڈیم بنوایا، پھر منگلا اور تربیلا ڈیم بنوایا اور کالاباغ ڈیم کی بنیاد رکھی جو سیاسی تعصب کی وجہ سے چالیس سالوں سے ان سیاستدانوں کی جان کو رو رہا ہے یہ وہ شخص تھا جس نے مستقبل میں پنجاب یونیورسٹی کی ضرورتوں کو محسوس کر کے اسے نیو کیمپس کے لئے نہر کے دونوں طرف 27 مربع زمین الاٹ کر کے وہاں پر عمارات بنوا دیں۔ یہ وہ شخص تھا جس نے دریا راوی، چناب، جہلم اور اٹک پر نئے پل تعمیر کرائے اور سکھر میں دریائے سندھ پر ریلوے پل کے ساتھ اتنے چوڑے دریا پر بغیر ستونوں کے شاندار معلق پل بنوایا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے کراچی سے حیدر آباد تک 100 میل لمبی شارٹ کٹ سپر ہائی وے تعمیر کرائی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے ٹیکسلا ہیوی مکینیکل کمپلیکس اور پہاڑوں کے اندر ٹینک فیکٹری لگوائی جو خالد ٹینک تیار کرتی ہے۔ یہ وہ شخص تھا جس نے رسالپور میں ریلوے انجن بنانے کی فیکٹری لگوائی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے اسلام آباد میں ریلوے کی بوگیاں تیار کرنے کی فیکٹری لگوائی۔ یہ وہ شخص تھا جس کی پالیسیوں سے لاہور، کراچی، فیصل آباد اور ملتان میں ٹیکسٹائل انڈسٹری لگی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے فیصل آباد میں کئی ایکڑ رقبے پر ٹیکسٹائل یونیورسٹی بنوا دی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے مستقبل میں تیل کی منہگائی اور نایابی کو بھانپ کر لاہور سے خانیوال تک تجرباتی طور پر الیکٹرک ٹرین چلائی تھی جس کی ہمارے لوگ تاریں تو کیا پول بھی بیچ کر کھا گئے ہیں۔

1952 میں گوادر حکومت مسقط کا حصہ تھا کرنسی انڈیا کی اور پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف پاکستان کا تھا اسی شخص نے گوادر کا علاقہ مسقط سے خرید کر پاکستان میں شامل کیا تھا۔ پاکستان کی گوادر بندرگاہ اب پاک چین کے علاوہ وسط ایشیائی ممالک کیلئے راہداری کا باعث بنی ہے یہ وہ شخص تھا جس نے مشرقی پاکستان میں بھی چائے تیار کرنے کے کارخانے اور بانس سے کاغذ تیار کرنے کی بہت بڑی کرنافلی پیپر مل لگوائی تھی اس کے علاوہ پٹسن سے کپڑا اور بوریاں تیار کرنے کی بڑی بڑی جوٹ ملیں لگوائیں اور لاکھوں مچھیروں کی کشتیوں میں انجن فٹ کروا دیا تاکہ انہیں سمندر میں دور تک جا کر مچھلیاں پکڑنے میں آسانی ہو۔ یہ وہ شخص تھا جس نے صرف دس سال میں یہ سب کچھ کر دکھایا لیکن ہمارے لالچی لوگوں نے ان جھوٹے سیاستدانوں کے جھوٹے الزامات پر اسے ذلیل کر کے نکالا تھا۔ جس شخص نے پاکستان کیلئے یہ سارا کچھ کیا یہ احسان فراموش سیاستدان اس کا نام لینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اس شخص کا نام تھا جنرل ''محمد ایوب خان''۔

***

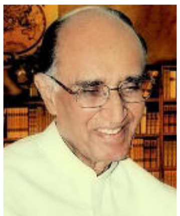

(مشتاق احمد یوسفی) کے مزاح پارے

بی۔اے کے نتیجے سے اس قدر بد دل ہوئے کہ خودکشی کی ٹھان لی۔ بوڑھے والدین نے سمجھایا کہ بیٹا خودکشی نہ کرو، شادی کرلو۔ چنانچہ شادی ہوگئی۔

(نثار ندوانی مشتاق احمد یوسفی) عورتیں پیدائشی محنتی ہوتی ہیں۔ اس بات کا اندازہ آپ اس بات سے لگالیں کہ صرف 12 فیصد خواتین خوبصورت ہوتی ہیں، باقی سب اپنی محنت سے۔

(مشتاق احمد یوسفی) دوزخ میں گنہگار عورتوں کو ان کے اپنے پکائے ہوئے سالن زبردستی کھلائے جائیں گے۔

(مشتاق احمد یوسفی) ہماری یہ بڑی کمزوری ہے کہ اپنی ٹیم کسی کھیل میں جیت جائے تو اسے قومی کھیل سمجھنے لگتے ہیں اور اس وقت تک سمجھتے رہتے ہیں جب تک کہ ٹیم دوسرا میچ ہار نہ جائے۔

مشتاق احمد یوسفی۔ کسی زمانے میں راجپوتوں اور عربوں میں لڑکی کی پیدائش نحوست اور قہرِ الٰہی کی نشانی تصور کی جاتی تھی۔ ان کی غیرت یہ کیسے گوارہ کرسکتی تھی کہ ان کے گھر بارات چڑھے۔ داماد کے خوف سے وہ نوزائیدہ لڑکی کو زندہ گاڑ آتے تھے۔ قبلہ اس وحشیانہ رسم کے خلاف تھے۔ وہ داماد کو زندہ گاڑنے کے حق میں تھے۔

مشتاق احمد یوسفی۔ الفاظ سے بات سمجھ آتی ہے لہجے سے دل میں اتر جاتی ہے۔ جادو الفاظ میں نہیں، لہجے میں ہوتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی ہماری فلموں میں آج بھی اگر غلطی سے ہیرو کا کرتا بھی ہیروئن کی انگلی کو چھو جائے تو وہ گز بھر اونچی چھلانگ لگا کے چیختی ہے ''جان کڈھ لئی بے ایمانا'' اور نزدیک ترین درخت کے تنے سے بغل گیر ہوجاتی ہے۔ پھر ہیرو انگلی پکڑتے پکڑتے انگوٹھی پہنا دیتا ہے اس کے بعد انگریزی محاورے کے مطابق They live Happily ever after

مشتاق احمد یوسفی شعر میں جس بات پر ہزاروں آدمی مشاعروں میں اچھل اچھل کر داد دیتے ہیں، وہی بات اگر نثر میں کہہ دی جائے تو پولیس تو بعد کی بات ہے، گھر والے ہی سر پھاڑ دیں گے۔

مشتاق احمد یوسفی ہماری رائے میں کسی پڑھی لکھی عورت کے لئے اس سے سخت اور کونسی سزا ہوسکتی ہے کہ اسے چالیس دن تک اُسی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھلایا جائے۔ دُبلا ہونے کا اس سے بہتر اور زود اثر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

مشتاق احمد یوسفی۔ یوں میرا دادا بڑا جلالی تھا۔ اس نے چھ خون کیے۔ اور چھ ہی حج کیے۔ پھر قتل سے توبہ کرلی۔ کہتا تھا اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ اب مجھ سے بار بار حج نہیں ہوتا۔

مشتاق احمد یوسفی کچھ لوگ اتنے مذہبی! ہوتے ہیں کہ جُوتا پسند کرنے کے لیے بھی مسجد کا رُخ کرتے ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی مصائب تو مرد بھی جیسے تیسے برداشت کرلیتے ہیں۔ مگر عورتیں اس لحاظ سے قابلِ ستائش ہیں کہ انہیں مصائب کے علاوہ مردوں کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی۔ محنت کر کے اپنے زورِ بازو سے باعزت طریقے سے فیل ہونا، نقل کر کے پاس ہونے سے بدرجہا بہتر ہے!

مشتاق احمد یوسفی۔ اس زمانے میں ایر کنڈیشننگ عام نہیں تھی۔ صرف ہسپتالوں کے آپریشن تھیٹر زایر کنڈیشنڈ ہوتے تھے لیکن اس سے مستفید ہونے کے لئے پہلے بے ہوش ہونا ضروری تھا البتہ سینما ہال میں یہ شرط نہیں تھی۔ لہٰذا رمضان کے مہینے میں کوئی فلم قضا نہیں ہوتی تھی۔ اس عمل کو روزہ بہلانا کہتے تھے۔ ضمیر جعفری کہتے تھے کہ آپ لوگ فلم کو چٹنی کی طرح استعمال کرتے ہیں، جب کہ محمد جعفری فرماتے تھے کہ ایسے ویسے سین کے بعد اگر تین مرتبہ قراءت سے لاحول پڑھ لی جائے تو معافی و مغفرت کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

مشتاق احمد یوسفی ڈاکٹر کی دُعا اور بیوی کی چُپ کبھی اچھا شگون نہیں رہا۔

مشتاق احمد یوسفی فیمی نسٹ خواتین سے ڈر لگتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان سے اختلاف کیا جائے تو خفا ہوجاتی ہیں۔ اگر متفق ہوجائیں تو اور زیادہ خفا ہوجاتی ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی وہ زہر دے کے مارتی تو دُنیا کی نظر میں آ جاتی
اَندازِ قتل تو دیکھو ہم سے شادی کر لی

مشتاق احمد یوسفی۔ انہیں یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ حلوائی اور بچے اس کتے کو ٹیپو ٹیپو! کہہ کر بلا اور دھتکار رہے تھے۔ سرنا پٹم کی خون آشام جنگ میں ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے کثرت سے کتوں کا نام ٹیپو رکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور ایک زمانے میں یہ نام شمالی ہندوستان میں اتنا عام ہوا کہ خود ہندوستانی بھی آوارہ و بے نام کتوں کو ٹیپو کہہ کر ہی بلاتے اور بشکارتے تھے۔ یہ جانے بغیر کہ خود کتوں کا یہ نام کیسے پڑا۔ باستثنائے نپولین اور ٹیپو سلطان، انگریزوں نے ایسا سلوک اپنے کسی اور دشمن کے ساتھ روا نہیں رکھا۔ اس لئے کہ کسی اور دشمن کی ان کے دل میں ایسی ہیبت اور دہشت کبھی نہیں تھی۔ برصغیر کے کتے سو سال تک سلطان شہید کے نام سے پکارے جاتے۔ کچھ برگزیدہ شہید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی آزمائش، عقوبتِ مطہرہ، اور شہادت عظمٰی ان کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ ربِ جلیل انہیں شہادتِ جاریہ کی سعادت سے سرفراز فرماتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی۔ کا یا سکھ چاہو تو جوانی میں بہرے بن جاؤ اور بڑھاپے میں اندھے۔

مشتاق احمد یوسفی۔ خاندانی شریف سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں شریف بننے، رہنے اور کہلانے کے لئے ذاتی کوشش قطعی نہیں کرنی پڑتی۔۔۔

اِنسان سے بندہ بننے کا نسخہ

انسان سے بندہ بننے کا نسخہ بہت آسان ہے۔ بس کرنا کچھ ایسے ہے کہ جو مل جائے اس پر شکر کرلو۔ جو چھن جائے اس پر افسوس نہ کرو۔ جو مانگ لے اسے دے دو۔ جو بھول جائے، اسے بھول جاؤ۔ دُنیا میں خالی ہاتھ آئے تھے، خالی ہی جانا ہے سو جتنی ضرورت ہو اتنا ہی رکھو۔ ہجوم سے پرہیز کرو اور تنہائی کو ساتھی بناؤ۔ مفتی ہو تب بھی فتویٰ جاری نہ کرو۔ خُدا نے ڈھیل دی ہو اس کا احتساب کبھی نہ کرو۔ بلاضرورت سچ بولنا فساد لاتا ہے، سو کوئی پوچھے تو سچ بولو ورنہ چپ رہو۔ بس ایک چیز کا دھیان رکھو کہ کسی کو خودمت چھوڑو، دوسرے کو فیصلے کا موقع دو۔ جو جا رہا ہے اسے جانے دو لیکن اگر کوئی واپس آنا چاہے تو اس کے لئے دروازہ کھلا رکھو کہ یہ اللہ کی سنت ہے۔

مرد: دنیا میں سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار ذات مرد کی ہے۔ بڑے طریقے جانتا ہے یہ برباد کرنے کے پہلے پیچھے بھاگے گا محبت کے دعوے کرے گا۔ وقت گزرے گا اور وقت کے ساتھ سب گزر جائے گا۔ یقین پانے کے بعد تمہیں توڑے گا، تم سے تمہارا غرور چھینے گا، تمہاری رُوح پہ گہری کڑی ضربیں لگائے، رُوح زخمی کرے گا اور پھر مرہم رکھنے کا ناٹک۔ جب تم سنبھلنے لگو گی پھر شدید حملہ کرے گا تم نہ اُٹھ سکو گی نہ سنبھل سکو گی تم ہار جاؤ گی اور وہ ہاتھ صاف کر کے چلا جائے گا۔ تم پہ اک نظر ڈالے گا اور کہے گا قابلِ تسخیر عورتوں کا یہ انجام ہوتا ہے۔

مولویوں کے ''فکرِ اسلام اور حکیم الامت''

علامہ اقبال کا مسلمانوں کو مشورہ

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
(بالِ جبریل)

عادت :: فوجی یونٹ میں ایک سپاہی شرطیں لگانے اور حیرت انگیز طور پر جیت جانے میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ میں اس کا تبادلہ ہوا تو اس کی سابقہ یونٹ کے کمانڈر آفیسر نے اس کے نئے یونٹ کے کمانڈر آفیسر کو ٹیلی فون پر بتایا۔۔۔ کہ ہماری یونٹ سے آپ کے ہاں ایک پوسٹ ہو کر آنے والا فالاں سپاہی شرطیں لگانے اور ہر بار جیت جانے میں بڑا ماہر ہے، تم احتیاط کرنا۔ احتیاط کی تلقین پانے والے کمانڈر آفیسر کو نئے آنے والے سپاہی کے بارے میں تجسس بڑھا اور اس نے اپنے پرسنل اسسٹنٹ سے کہا، یہ با کمال سپاہ ء جونہی یونٹ پہنچے مجھے اس سے ملوا دینا۔ اگلے دن نئی کلف شدہ وردی پہنے یہ سپاہی کمانڈر آفیسر کے سامنے کھڑا تھا۔ صاحب کے استفسار پر اس نے کہا، سر ایسی کوئی بات نہیں، میں یونہی بات بات پر شرط نہیں لگاتا۔ بس جب بات ہی ایسی ہو تو شرط لگانا پڑتی ہے اور ہار جیت تو مقدر کی بات ہے۔ جیسے اب مجھے معلوم ہے کہ آپ کی پیٹھ پر تل ہے آپ اگر پانچ سو روپے کی شرط لگاتے ہیں تو میں اس کیلئے تیار ہوں۔ کمانڈر آفیسر کو بھی کبھی نہ ہارنے والے کو ہرانے کا اشتیاق تھا، اس نے فوراً اپنی شرٹ کے بٹن کھولے اور پیٹھ دکھا دی۔ سپاہی نے اپنی جیب سے فوراً پانچ سو روپے نکال کر میز پر رکھے اور کہا، سر میں یہ شرط ہار گیا ہوں، یہ پانچ سو روپے آپ کے ہوئے۔ کمانڈر آفیسر نے فاتحانہ انداز سے فون پر اس کے سابقہ کمانڈر آفیسر سے کہا، تم تو کہتے تھے کہ وہ کبھی شرط نہیں ہارتا، اور پھر تمام واقعہ سنایا۔ سپاہی کے سابقہ کمانڈر آفیسر نے کہا، جناب آپ نے مجھے مروا دیا اس نے جاتے ہوئے مجھ سے ہزار روپے کی شرط لگائی تھی کہ میں نئی یونٹ میں جاتے ہی کمانڈنگ آفیسر کی شرٹ اتروا دوں گا۔۔۔

حیدر آباد دکن سے پاکستان تک ”ایک تاریخی ورق“

پیشکش
عطاء القادر طاہر
لندن

تصویر کا دوسرا رُخ

حیدر آباد دکن شہر کا نام حیدر آباد۔حیدر علی کے نام پر رکھا گیا۔ مغل بادشاہ” آصف جاہ“ نے نظام الملک کا خطاب دیا 1724ء میں جاری کیا۔1724ء سے لے کر 1950ء تک حیدر آباد دکن ایک آزاد خودمختیار ریاست کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ پر موجود رہا۔ جا کا والی اور حکمران نظام الملک کہلاتا تھا۔جو خطاب بعد میں مختصر ہوتے ہوتے عوام میں صرف ”نظام“ تک محدود ہوگیا۔میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک کا عرصہ حکومت 1911ء سے 1945ء تک کا تھا۔انہیں 1937ء میں دنیا کا امیر ترین انسان قرار دیا گیا۔اس وقت کے اثاثوں کی مالیت 2.367 بلین ڈالر تھی۔جس کی مالیت تقریباً 3600 ارب روپے بنتی ہے۔یہ صرف سونے اور چاندی کے سٹیٹ بنک آف حیدر آباد کے ظاہر شدہ اثاثے تھے۔1941ء میں انڈیا کا پہلا سٹیٹ بینک میر عثمان علی حیدر نے قائم کیا۔ہندوستان 1947ء میں جب انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا تو حکومت ہند کی زرِ مبادلہ کی شکل میں صرف 13 بلین ڈالر تھے۔جبکہ حیدر آباد دکن میں حیدر آبادی روپے کی قیمت برٹش پاؤنڈ کے مساوی تھی اور ہندوستان میں 100 روپے کا نوٹ سب سے پہلے حیدر آباد نے جاری کیا۔ڈالر کی قیمت حیدر آبادی روپے کے مقابلہ میں نصف سے کم تھی۔میر عثمان علی خان کو رولس رائس Rols Roice کار پسند آگئی۔یہ اس وقت دنیا کی سب سے قیمتی اور مہنگی کار ہوا کرتی تھی۔اس کا آرڈر دینے والے شخص کی مالی حیثیت پہلے کمپنی چیک کیا کرتی تھی۔پھر متعلقہ شخص کی ہاتھ اور پاؤں کی پیمائش بھی کی جاتی تھی۔

کیوں کہ ہاتھ اور پاؤں کے حساب سے گیئر اور بریک پیڈل وغیرہ تیار کر کے لگائے جاتے تھے۔جب کمپنی نے ان کی حیثیت پوچھی تو میر عثمان علی خان نے اپنے اثاثوں کی تفصیلات رولس رائس کمپنی کو بھجوائی۔کمپنی نے جواب میں کہا کہ ٹھیک ہے۔آپ کی حیثیت ہے اور آپ اس کار کو خرید سکتے ہیں۔ مگر عثمان علی خان نے کہا کہ ٹھیک ہے۔جب آپ 50 کاریں تیار کر لیں تو مجھے ایک ساتھ ایک بحری جہاز میں بھجوا دیں رقم میں ایڈوانس میں دیئے دیتا ہوں۔مقررہ عرصہ میں دنیا کی قیمتی ترین 50 کاریں حیدر آباد دکن پہنچا دی گئیں۔نظام الملک حیدر آباد میر عثمان علی خان بہادر صدیقی نے کاروں کا معائنہ کیا۔ان پچاس کاروں کی چھتیں کٹوائیں اور ان کاروں کی سیٹیں نکلوا دیں۔ اب ان پچاس رولز رائس کاروں سے کچرہ اُٹھانے کا کام لیا گیا۔پورے حیدر آباد شہر میں 50 رولس رائس کاریں کچرا اُٹھانے کا کام کرنے لگیں۔رولس رائس کمپنی کا مالک انگلینڈ سے حیدر آباد آیا اور میر عثمان علی خان کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا میری کمپنی برباد ہو جائے گی۔مجھ سے جو غلطی ہوگئی آپ کی مالی حیثیت کے بارے میں پوچھ لیا۔

یہ کاریں آج بھی حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔اور کچھ کاریں حیدر آباد دکن کے بعض چوکوں میں نصب ہیں۔یہ وہی میر عثمان علی نظام الملک تھے جنھوں نے بیت اللہ خانہ خدا میں۔بیت اللہ شریف میں پنکھے لگوائے۔جب دنیا 1942ء میں دوسری جنگ عظیم لڑ رہی تھی اور اس وقت سعودی عرب میں تیل بھی دریافت نہیں ہوا تھا۔سعودی عرب ایک غریب ملک تھا۔ان پنکھوں کے نیچے کھڑے ہو کر شاہ فہد بن عبدالعزیز نے جھولی اُٹھا کر دعا دیتے ہوئے کہا تھا میر عثمان علی تو نے تو خدا کے گھر کو ٹھنڈا کیا ہے۔

ساری ادائیگی مہر عثمان علی خانصاحب کے خزانے سے ہوتی رہی۔یہ

وہی دور تھا کہ جہاں میر عثمان علی جن کی سونے اور چاندی کی کانیں تھیں اور اس وقت اپنا ذاتی جہاز اور ذاتی ائیر پورٹ رکھتے تھے۔ آج تک نیلامی میں ان کے ذاتی زیورات رکھے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مالیت پر دنیا کا امیر ترین شخص بھی نہیں پہنچنے پاتا۔ اور وہ نیلامی ہر سال منسوخ کر دی جاتی ہے۔

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد جب یہ ملک اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکا تھا اور حکومت کے پاس سرکاری ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے پیسے بھی نہیں تھے تو قائداعظم اور لیاقت علی خان نے نظام الملک حیدر آباد سے درخواست کی کہ ہمیں سٹیٹ بینک قائم کرنا ہے کیوں کہ آپ کی ریاست میں سٹیٹ بینک نہیں ہے لہذا آپ ہماری مدد کریں۔ میر عثمان علی خان صدیقی بہادر نظام الملک نے کہا۔ اس کے قیام کے لئے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان تو ایک نیا ملک ہے یہاں سونے کے ذخائر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو عثمان صاحب نے نہ صرف جہاز بھر کے سونا پاکستان بھیجا بلکہ اپنے وزیر خزانہ سردار احمد کو بھی پاکستان بھیجا۔ اس سونے کی بنا پر پاکستان کا اسٹیٹ بینک بنا ، ریاست حیدر آباد کے وزیر خزانہ نے سٹیٹ بنک آف پاکستان بنایا۔ اس وقت پاکستان روپے اور یو ایس ڈالر کی قیمت مساوی تھی۔ آج اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی عمارت کراچی میں موجود ہے۔ تمام تفصیلات وہاں جا کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس اسٹیٹ بنک کے وجود میں آنے کے بعد ریاست پاکستان نے کام شروع کیا اور آج تک پاکستان کا معاشی نظام میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن کے دیئے جانے والے عطیے کی اس سونے کی بنیاد پر چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ نظام حیدر آباد نے 1945ء میں ایک کروڑ اناسی ہزار 4 سو پونڈ سٹرلنگ پاؤنڈ سیسٹرن بنک لندن سے ٹرانسفر کروا کر ہائی کمشنر پاکستان مسٹر ابچ آئی رحمت اللہ کے حوالے کیا۔ اس امداد کے بعد پاکستان کا معاشی نظام اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونے کے قابل ہوا۔ اس عطیہ اور مسلمان ریاست کے محبت کے نتیجہ میں ہندوستان نے تمام ریاستیں اور راجواڑے ختم کر کے ان ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح ریاست حیدر آباد پاکستان کی مدد کرتے ہوئے خاتمہ کو پہنچی۔ مگر تاریخ کی کتابوں میں ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہماری نئی نسل کو بتایا ہی نہیں جاتا کہ اصل میں آمرانِ وطن کون تھے اور ملک کو چلانے والے کون تھے۔

***

رنگ گورا کریں با آسانی!

- پودینے کی پتیاں لے کر انہیں اُبال کر انکا پانی ٹھنڈا کر کے نہار منہ استعمال کریں۔
- دو عدد گاجر، ایک عدد چقندر اور آدھے لیموں کا عرق نکال لیں اور ہر دوسرے روز پئیں۔
- لیموں کا عرق چہرے پر ملنے سے بھی چہرہ صاف ستھرا اور گورا ہو جاتا ہے۔
کسی برتن میں پانی اُبالیں اور اس پانی کی بھاپ اپنے چہرے پر لیں،

- اس سے چہرے کے مسام کھلتے ہیں اور چہرے کا رنگ گورا ہو جاتا ہے۔
- بیسن میں ذرا سی ہلدی ڈال دیں اور اس میں سرسوں کا تیل ملائیں،
- اس آمیزے کو روزانہ چہرے پر استعمال کرنے سے آپکی جلد میں نکھار آ جاتا ہے۔

فیشل سے چہرہ خوبصورت

میک اپ کرنے سے پہلے جلد کی صفائی ضروری ہے اور وہ صفائی آپ کو فیشل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ فیشل کا طریقہ درست نہ ہو تو چہرہ خوبصورت ہونے کی بجائے بدصورت بھی ہو سکتا ہے۔ چہرے کیلئے فیشل ضروری ہے اس لئے کہ فیشل چہرے کی خوبصورتی اور اس کی زندگی بڑھاتا ہے۔ اگر چہرہ فیشل کے بغیر چالیس سال تک خوبصورت رہ سکتا ہے تو فیشل سے چہرے کی خوبصورتی مزید دس پندرہ سال تک بڑھ جائیگی اور اگر مسلسل دیکھ بھال کی جائے تو بڑھاپے تک چہرے کو خوبصورت اور جھریوں سے پاک رکھا جا سکتا ہے۔ پھر فیشل کیلئے چہرے کی جلد کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً جلد کیسی ہے؟ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ فیشل کرانے والے کے چہرے پر دانے یا کیل

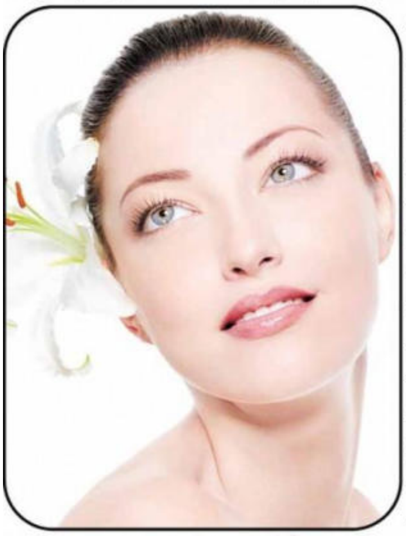

مہاسے تو نہیں؟ یا چہرے پر بلیک ہیڈز تو نہیں؟ جلد موٹی ہے یا باریک اور یہ کہ چہرے پر جھریاں تو نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب جاننا اس لئے ضروری ہے کہ چہرے کی کیفیت کے حساب سے فیشل کیا جائے کیونکہ ہر چہرے کیلئے ایک ہی طرح کا فیشل نہیں ہوتا اور مختلف چہروں کیلئے مختلف کلینزنگ ملک، سکن ٹانک، سوتھنگ لوشن اور فیس ماسک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فیشل کرانے والے کا ٹمپریچر اور بلڈ پریشر چیک کیا جاتا ہے۔ اگر ٹمپریچر اور بلڈ پریشر دونوں نارمل ہوں تبھی فیشل کی شروعات کرتے ہیں ورنہ فیشل میں مساج کرنے اور سٹیم دینے سے بلڈ پریشر میں اضافہ ہو سکتا ہے جو نقصان دہ ہے جلد کی نوعیت اور ٹمپریچر و بلڈ پریشر چیک کرنے کے بعد جب یہ اطمینان ہو جائے تو اس چہرے پر فیشل ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے کلینزنگ ملک سے چہرے کو صاف کر لیں۔

ٹماٹر کھائیں بیماریاں بھگائیں

ٹماٹر بیماریوں کا دفاع کرتا ہے۔
ٹماٹر ہائی بلڈ پریشر کو نارمل رکھتا ہے۔
ٹماٹر آنکھوں کی بینائی تیز کرتا ہے۔
ٹماٹر غذائیت کا عنصر ہے جو کینسر سے دور رکھتا ہے۔
ٹماٹر کولیسٹرول کم کرنے کا ایک غیر معمولی ذریعہ بنتا ہے۔
ٹماٹر بند موتیا اور دیگر آنکھوں کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اور پھر ہندوستان کے آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کو میکنن میکنزی بحری جہاز میں بٹھا دیا گیا‘

ادارہ

یہ جہاز 17 اکتوبر 1858ء کو رنگون پہنچ گیا‘ شاہی خاندان کے 35 مرد اور خواتین بھی تاج دار ہند کے ساتھ تھیں‘ کیپٹن نیلسن ڈیوس رنگون کا انچارج تھا‘ وہ بندر گاہ پہنچا‘ اس نے بادشاہ اور اس کے حواریوں کو وصول کیا‘ رسید لکھ کر دی اور دنیا کی تیسری بڑی سلطنت کے آخری فرمانروا کو ساتھ لے کر اپنی رہائش گاہ پر آ گیا‘ نیلسن پریشان تھا‘ بہادر شاہ ظفر قیدی ہونے کے باوجود بادشاہ تھا اور نیلسن کا ضمیر گوارہ نہیں کر رہا تھا وہ بیمار اور بوڑھے بادشاہ کو جیل میں پھینک دے مگر رنگون میں کوئی ایسا مقام نہیں تھا جہاں بہادر شاہ ظفر کو رکھا جا سکتا‘ وہ رنگون میں پہلا جلاوطن بادشاہ تھا‘ نیلسن ڈیوس نے چند لمحے سوچا اور مسئلے کا دلچسپ حل نکال لیا‘ نیلسن نے اپنے گھر کا گیراج خالی کرایا اور تاجدار ہند ظلِ سُبحانی اور تیموری لہو کے آخری چشم و چراغ کو اپنے گیراج میں قید کر دیا۔ بہادر شاہ ظفر 17 اکتوبر 1858ء کو اس گیراج میں پہنچا اور 7 نومبر 1862ء تک چار سال وہاں رہا‘ بہادر شاہ ظفر نے اپنی مشہور زمانہ غزل۔

لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں
اور کتنا بدنصیب ہے ظفر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

اسی گیراج میں لکھی تھی‘ یہ 7 نومبر کا خنک دن تھا اور سن تھا 1862ء۔ بدنصیب بادشاہ کی خادمہ نے شدید پریشانی میں کیپٹن نیلسن ڈیوس کے دروازے پر دستک دی‘ اندر سے اردلی نے بَرمی زبان میں اس بدتمیزی کی وجہ پوچھی‘ خادمہ نے ٹوٹی پھوٹی بَرمی میں جواب دیا ظلِ سُبحانی کا سانس اُکھڑ رہا ہے‘ اردلی نے جواب دیا‘ صاحب کتے کو کنگھی کر رہے ہیں‘ میں انھیں ڈسٹرب نہیں کر سکتا‘ خادمہ نے اُونچی آواز میں رونا شروع کر دیا‘ اردلی اُسے چپ کرانے لگا مگر آواز نیلسن تک پہنچ گئی‘ وہ غصے میں باہر نکلا‘ خادمہ نے نیلسن کو دیکھا تو وہ اس کے پاؤں میں گر گئی‘ وہ مرتے ہوئے بادشاہ کے لیے گیراج کی کھڑکی کھلوانا چاہتی تھی‘ بادشاہ موت سے پہلے آزاد اور کھُلی ہوا کا ایک گھونٹ بھرنا چاہتا تھا‘ نیلسن نے اپنا پسٹل اُٹھایا‘ گارڈز کو ساتھ لیا‘ گیراج میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی آخری آرام گاہ کے اندر بدبُو‘ موت کا سکوت اور اندھیرا تھا‘ اردلی لیمپ لے کر بادشاہ کے سرہانے کھڑا ہو گیا‘ نیلسن آگے بڑھا‘ بادشاہ کا کمبل آدھا بستر پر تھا اور آدھا فرش پر‘ اُس کا ننگا سر تکیے پر تھا لیکن گردن ڈھلکی ہوئی تھی‘ آنکھوں کے ڈھیلے پپوٹوں کی حدوں سے باہر اُبل رہے تھے۔

گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں اور خشک زرد ہونٹوں پر مکھیاں بِھنبھِنا رہی تھیں‘ نیلسن نے زندگی میں ہزاروں چہرے دیکھے تھے لیکن اس نے کسی چہرے پر اتنی بے چارگی‘ اتنی غریب الوطنی نہیں دیکھی تھی‘ وہ کسی بادشاہ کا چہرہ نہیں تھا‘ وہ دنیا کے سب سے بڑے بھکاری کا چہرہ تھا اور اس چہرے پر ایک آزاد سانس جی ہاں... صرف ایک آزاد سانس کی اپیل تحریر تھی اور یہ اپیل پرانے کنوئیں کی دیوار سے لپٹی کائی کی طرح ہر دیکھنے والی آنکھ کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھی‘ کیپٹن نیلسن نے بادشاہ کی گردن پر ہاتھ رکھا‘ زندگی کے قافلے کو رگوں کے جنگل سے گزرے مدت ہو چکی تھی‘ ہندوستان کا آخری بادشاہ زندگی کی حد عبور کر چکا تھا‘ نیلسن نے لواحقین کو بلانے کا حکم دیا‘ لواحقین تھے ہی کتنے ایک شہزادہ جوان بخت اور دوسرا اس کا استاد حافظ محمد ابراہیم دہلوی‘ وہ دونوں آئے۔ انھوں نے بادشاہ کو غسل دیا‘ کفن پہنایا اور جیسے تیسے بادشاہ کی نمازِ جنازہ پڑھی‘ قبر کا مرحلہ آیا تو پورے رنگون شہر میں آخری تاجدار ہند کے لیے دو گز زمین دستیاب نہیں تھی‘ نیلسن نے سرکاری رہائش گاہ کے احاطے میں قبر کھدوائی اور بادشاہ کو خیرات میں ملی ہوئی مٹی میں دفن کر دیا‘ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہو رہا تھا‘ گلاب کی پتیاں بکھیری جا رہی تھیں تو استاد حافظ ابراہیم دہلوی کے خزاں رسیدہ ذہن میں 30 ستمبر 1837ء کے وہ مناظر دوڑنے بھاگنے لگے جب دہلی کے لال قلعے میں 62 برس کے بہادر شاہ ظفر کو تاج

پہنایا گیا، ہندوستان کے نئے بادشاہ کو سلامی دینے کے لیے پورے ملک سے لاکھوں لوگ دلی آئے تھے اور بادشاہ جب لباس فاخرہ پہن کر، تاج شاہی سَر پر سجا کر اور نادر شاہی اور جہانگیری تلواریں لٹکا کر دربار عام میں آیا تو پورا دلی تحسین تحسین کے نعروں سے گونج اُٹھا، نقارچی نقارے بجانے لگے، گویے ہواؤں میں تانیں اُڑانے لگے، فوجی سالار تلواریں بجانے لگے اور رقاصائیں رقص کرنے لگیں، استاد حافظ محمد ابرہیم دہلوی کو یاد تھا بہادر شاہ ظفر کی تاج پوشی کا جشن سات دن جاری رہا اور ان سات دنوں میں دِلّی کے لوگوں کو شاہی محل سے کھانا کھلایا گیا مگر سات نومبر 1862ء کی اس ٹھنڈی اور بے مہر صبح بادشاہ کی قبر کو ایک خوش الحان قاری تک نصیب نہیں تھا۔ استاد حافظ محمد ابراہیم دہلوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے جوتے اُتارے، بادشاہ کی قبر کی پائینتی میں کھڑا ہوا اور سورۃ توبہ کی تلاوت شروع کر دی۔

حافظ ابراہیم دہلوی کے گلے سے سوز کے دریا بہنے لگے، یہ قرآن مجید کی تلاوت کا اعجاز تھا یا پھر استاد ابراہیم دہلوی کے گلے کا سوز کیپٹن نیلسن ڈیوس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے ہاتھ اُٹھایا اور اس غریبُ الوطن قبر کو سلیوٹ پیش کر دیا اور اس آخری سلیوٹ کے ساتھ ہی مغل سلطنت کا سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ آپ اگر کبھی رنگون جائیں تو آپ کو ڈیگن ٹاؤن شِپ کی کچّی گلیوں کی بد بُودار جُھگیوں میں آج بھی بہادر شاہ ظفر کی نسل کے خاندان مل جائیں گے، یہ آخری مُغل شاہ کی اصل اولاد ہیں مگر یہ اولاد آج سرکار کے وظیفے پر چل رہی ہے، یہ کچی زمین پر سوتی ہے، ننگے پاؤں پھرتی ہے، مانگ کر کھاتی ہے اور ٹین کے کنستروں میں سرکاری نل سے پانی بھرتی ہے۔ مگر یہ لوگ اس کسمپُرسی کے باوجود خود کو شہزادے اور شہزادیاں کہتے ہیں، یہ لوگوں کو عہد رفتہ کی داستانیں سناتے ہیں اور لوگ قہقہے لگا کر رنگون کی گلیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ، یہ شہزادے اور شہزادیاں کون ہیں؟ یہ ہندوستان کے آخری بادشاہ کی سیاسی غلطیاں ہیں، بادشاہ نے اپنے گرد نااہل، خوشامدی اور کرپٹ لوگوں کا لشکر جمع کر لیا تھا، یہ لوگ بادشاہ کی آنکھیں بھی تھے، اس کے کان بھی اور اس کا ضمیر بھی، بادشاہ کے دو بیٹوں نے سلطنت آپس میں تقسیم کر لی تھی، ایک شہزادہ داخلی امور کا مالک تھا اور دوسرا خارجی امور کا مختار، دونوں کے درمیان لڑائی بھی چلتی رہتی تھی اور بادشاہ ان دونوں کی ہر غلطی، ہر کوتاہی معاف کر دیتا تھا، عوام کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، مہنگائی آسمان کو چھو رہی تھی، خوراک منڈیوں سے کٹائی کے موسموں میں غائب ہو جاتی تھی، سوداگر منہ مانگی قیمت پر لوگوں کو گندم، گڑ اور ترکاری بیچتے تھے، ٹیکسوں میں روز اضافہ ہوتا تھا، شہزادوں نے دلی شہر میں کبوتروں کے دانے تک پر ٹیکس لگا دیا تھا، طوائفوں کی کمائی تک کا ایک حصہ شہزادوں کی جیب میں چلا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے لوگ قتل بھی کر دیتے تھے تو کوئی ان سے پوچھ نہیں سکتا تھا، ریاست شاہی دربار کے ہاتھ سے نکل چکی تھی، نواب، صوبیدار، امیر اور سلطان آزاد ہو چکے تھے اور یہ مغل سلطنت کو ماننے تک سے انکاری تھے، فوج تلوار کی نوک پر بادشاہ سے جو چاہتی تھی منوا لیتی تھی، عوام بادشاہ اور اس کے خاندان سے بیزار ہو چکے تھے، یہ گلیوں اور بازاروں میں بادشاہ کو ننگی گالیاں دیتے تھے اور کوتوال چپ چاپ ان کے قریب سے گزر جاتے تھے جب کہ انگریز مضبوط ہوتے جا رہے تھے، یہ روز معاہدہ توڑتے تھے اور شاہی خاندان وسیع تر قومی مفاد میں انگریزوں کے ساتھ نیا معاہدہ کر لیتا تھا۔ انگریز بادشاہ کے وفاداروں کو قتل کر دیتے تھے اور شاہی خاندان جب احتجاج کرتا تھا تو انگریز بادشاہ کو یہ بتا کر حیران کر دیتا تھا "ظل الٰہی وہ شخص آپ کا وفادار نہیں تھا، وہ ننگ انسانیت آپ کے خلاف سازش کر رہا تھا" اور بادشاہ اس پر یقین کر لیتا تھا، بادشاہ نے طویل عرصے تک اپنی فوج بھی ٹیسٹ نہیں کی تھی چنانچہ جب لڑنے کا وقت آیا تو فوجیوں سے تلواریں تک نہ اُٹھائی گئیں، ان حالات میں جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی اور بادشاہ گرتا پڑتا شاہی ہاتھی پر چڑھا تو عوام نے لاتعلق رہنے کا اعلان کر دیا، لوگ کہتے تھے ہمارے لیے بہادر شاہ ظفر یا الیگزینڈرا وکٹوریا دونوں برابر ہیں، مجاہدین جذبے سے لبریز تھے لیکن ان کے پاس قیادت نہیں تھی۔ بادشاہ ڈبل مائینڈڈ تھا، یہ انگریز سے لڑنا بھی چاہتا تھا اور اپنی مدت شاہی بھی پوری کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس جنگ کا وہی نتیجہ نکلا جو ڈبل مائینڈ ہو کر لڑی جانے والی جنگوں کا نکلتا ہے، شاہی خاندان کو دلی میں ذبح کر دیا گیا جب کہ بادشاہ جلاوطن ہو گیا، بادشاہ کیپٹن نیلسن ڈیوس کے گیراج میں قید رہا، گھر کے احاطہ میں دفن ہوا اور اس کی اولاد آج تک اپنی عظمت رفتہ کا ٹوکرا سر پر اُٹھا کر رنگون کی گلیوں میں پھر رہی ہے، یہ لوگ شہر میں نکلتے ہیں تو ان کے چہروں پر صاف لکھا ہوتا ہے، جو بادشاہ اپنی سلطنت، اپنے مینڈیٹ کی حفاظت نہیں کرتے، جو عوام کا اعتماد کھو بیٹھتے ہیں، ان کی اولادیں اسی طرح گلیوں میں خوار ہوتی ہیں، یہ عبرت کا کشکول بن کر اسی طرح تاریخ کے چوک میں بھیک مانگتی ہیں لیکن ہمارے حکمرانوں کو یہ حقیقت سمجھ نہیں آتی، یہ خود کو بہادر شاہ ظفر سے بڑا بادشاہ سمجھتے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

دل لرزا دینے والی بات

پولیس چوکی پر ایک شخص کی تلاشی کے دوران جیب سے کالے رنگ کی ایک ڈبیا نکلی۔ پولیس والے نے وہ ڈبیا طلب کی تو بندے نے وہ ڈبیا دینے سے انکار کر دیا پولیس والے نے ڈبیا چھیننا چاہی تو بندے نے وہ ڈبیا مٹھی میں بھینچ لی اور ڈبیا دینے سے صاف انکار کر دیا۔ پولیس والے کا شک اب یقین میں بدل چکا تھا کہ ڈبیا میں کوئی نشہ آور دوا پاؤڈر، چرس یا حشیش ہے۔ پولیس انسپکٹر کو بلایا گیا اور اس شخص کو تھانے لے جایا گیا اس کے باوجود یہ شخص ڈبیا پولیس کے حوالے کرنے پر کسی طور راضی نہیں تھا۔ پولیس انسپکٹر نے پستول کنپٹی پر رکھا اور اس بندے سے وہ ڈبیا طلب کی لیکن سارا اسٹاف یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بندے نے اب بھی ڈبیا دینے سے انکار کر دیا...اب یہ چھوٹی سی ڈبیا ایک راز بن چکی تھی پولیس کی ساتویں حس پھڑک اٹھی تھی اب وہ سوچ رہے تھے شاید ڈبیا میں کوئی قیمتی ہیرا ہوگا بندے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے وہ ڈبیا چھین لی گئی اب مسافر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پولیس والے بندے کو جیل میں بند کر کے ڈبیا لیکر باہر آئے اور اسے کھولا تو اندر دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ڈبیا کے اندر ایک نحیف سا لال بیگ تھا جو غالباً دم گھٹنے کی وجہ اب مر چکا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے سخت لہجے میں پوچھا سچ سچ بتاؤ یہ کیوں رکھا تھا جیب میں؟؟؟ بندہ روتے ہوئے سر یہ بیوی کو ڈرانے کیلئے۔

(گیان پرکاش وویک کا ایک مختصر افسانہ)

تمہارا جیب کترا

بس سے اتر کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ میں چونک پڑا۔ جیب کٹ چکی تھی۔ جیب میں تھا بھی کیا؟ کل نو روپے اور ایک خط جو میں نے ماں کو لکھا تھا: ”میری نوکری چھوٹ گئی ہے، ابھی پیسے نہیں بھیج پاؤں گا“۔ تین دنوں سے وہ پوسٹ کارڈ جیب میں پڑا تھا، پوسٹ کرنے کی طبیعت نہیں ہو رہی تھی۔ نو روپے جا چکے تھے۔ یوں نو روپے کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔۔۔ لیکن جس کی نوکری چھوٹ گئی ہو اس کے لیے نو سو سے کم بھی تو نہیں ہوتی ہے۔ کچھ دن گزرے۔۔۔ ماں کا خط ملا۔ پڑھنے سے پہلے میں سہم گیا۔ ضرور پیسے بھیجنے کو لکھا ہوگا، لیکن خط پڑھ کر میں حیران رہ گیا! ماں نے لکھا تھا: ”بیٹا! تیرا بھیجا پچاس روپے کا منی آرڈر ملا۔۔۔ تو کتنا اچھا ہے رے... پیسے بھیجنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتا“۔ میں کافی دنوں تک اس اُدھیڑ بُن میں رہا کہ آخر ماں کو پیسے کس نے بھیجے؟ کچھ دن بعد ایک اور خط ملا۔ آڑی ترچھی لکھاوٹ۔ بڑی مشکل سے پڑھ سکا: ”بھائی نو روپے تمہارے اور اکتالیس روپے اپنے ملا کر میں نے تمہاری ماں کو منی آرڈر بھیج دیا ہے۔ فکر نہ کرنا، ماں تو سب کی ایک جیسی ہوتی ہے نا! وہ کیوں بھوکی رہے؟“ (تمہارا جیب کترا)

جواب-سترہ دن

سوال 2: انسان کھائے پیئے بغیر کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے؟

جواب: زیادہ سے زیادہ اٹھارہ دن۔

سوال 3: کیا انسان کے جسم کے اندر بھی سونا پایا جاتا ہے؟۔

جواب: جی ہاں، اس کی سب سے زیادہ مقدار پاؤں کے انگوٹھے کے ناخن میں ہوتی ہے۔

سوال 4: وہ کون سا پرندہ ہے جو ہوا میں ساکن رہ سکتا ہے؟

جواب: شکرا پرندہ۔

سوال 5: انسانی جلد کتنی دیر بعد اُتر جاتی ہے؟

جواب: 27 دن بعد۔

سوال 6: وہ کون سی زبان ہے جس کی کوک سے 8 ہزار زبانوں نے جنم لیا؟۔

جواب: سنسکرت زبان۔

سوال 7: یوٹیوب پر ہر روز کتنی ویڈیوز اپلوڈ ہوتی ہیں؟

جواب: ایک منٹ میں 24 گھنٹے کی ویڈیو اور ایک دن میں 4 سال جتنی ویڈیوز اپلوڈ ہوتی ہیں۔

سوال 8: انسان ایک رات کی نیند میں کتنی بار سانس لیتا ہے؟

جواب: 6500 بار۔

سوال 9: انسان ایک منٹ میں کتنی بار پلکیں جھپکتا ہے؟۔

جواب: 25 بار۔

سوال 10: اپنی جسامت کے لحاظ سے کائنات کے سب سے زیادہ وزن اُٹھانے والی مخلوق کون سی ہے؟

جواب: چیونٹی۔

سوال 11: ایک عورت کے بالوں کو اگر جوڑا جائے تو وہ کتنے لمبے ہوں گے؟۔

جواب: 50 میل۔

سوال 12: انسان کی وہ کون سی ہڈی ہے جو 2000 پونڈ وزن اُٹھا سکتی ہے؟

جواب: پنڈلی کی۔

سوال 13: انسانی سر پر تقریباً کتنے بال ہوتے ہیں؟

جواب: 15000 بال۔

سوال 14: سب سے پہلے کس نے زمین کے گرد چکر لگا کر بتایا کہ زمین گول ہے؟

جواب: سر فرانسی نے۔

سوال 15: دنیا کے سب سے چھوٹے قد کے آدمی کا نام کیا ہے؟۔

جواب: ہڈسن، برطانیہ۔

سوال 16: دنیا کی سب سے چھوٹے قد کی خاتون کا نام بتائیں؟۔

جواب: مس ایڈتھ بارلو۔

سوال 17: وہ کون سا پرندہ ہے جو ہوا میں اُڑ سکتا ہے، چل نہیں سکتا؟

جواب: ہمنگ برڈ۔

سوال 18: وہ کون سی مچھلی ہے جس کا دل اس کے سر میں ہوتا ہے؟۔

جواب: شرمپ مچھلی۔

سوال 19: کیا کچھ دن نہ سونے سے انسان کی موت واقع ہوسکتی ہے؟۔

جواب: جی ہاں، اگر انسان لگاتار دس دن نہ سوئے تو اس کی موت واقع ہوسکتی ہے۔

محبت ہوجائے تو صدقہ دینا شروع کردیں،
محبت ہوگی تو مل جائے گی، بلا ہوئی تو ٹل جائے گی

*- ’’ہمیشہ ایک ہاتھ میں مکھن اور دوسرے ہاتھ میں چونا رکھیں، موقع کی مناسبت سے لگاتے جائیں، کامیابی قدم چومے گی۔

*- ہمیشہ مسکراتے رہا کرو تا کہ دنیا کنفیوز رہے کہ تمہیں خوشی کس بات کی ہے۔ چاہے جتنا مرضی پانی بچالو، جس نے نہیں نہانا، اس نے نہیں نہانا اور چاہے جتنے مرضی ڈیم بنا لو مگر وہ تیسری جماعت والا کوّا پیاسا ہی رہے گا۔

*- بعض خاوند اپنی بیویوں کو بے پناہ چاہتے ہیں اور بعض تو بس پناہ چاہتے ہیں۔

*- بیوی نے لاڈ بھرے انداز میں شوہر سے کہا۔’’شادی کیا ہوئی، آپ نے تو مجھے پیار کرنا ہی چھوڑ دیا‘‘ شوہر کا جواب تھا۔’’ارے پگلی، امتحان ختم ہونے کے بعد بھلا کون پڑھتا ہے‘‘۔

*- الزام تراشی کی انتہا، بیگم شوہر سے بولی’’یہ کیسا آٹا اُٹھا لائے، میری تو ساری روٹیاں ہی جل جاتی ہیں۔

*- سردار کو پھانسی کی سزا سنا کر جب جج نے پوچھا’’کوئی آخری خواہش؟‘‘

تو سردار بولا’’میری جگہ تُسی لٹک جاؤ‘‘

*- ’’اتنا پیسہ کماؤ کہ چلغوزے سستے لگنے لگیں اور اتنا حوصلہ بڑھاؤ کہ چلغوزے مہمانوں کے سامنے رکھتے ہوئے موت نہ پڑے۔

*- ’’حوصلہ سیکھنا ہے تو پریشر ککر سے سیکھو، آگ پر بیٹھا سیٹیاں بجا رہا ہوتا ہے۔ وہ پوچھنا یہ تھا کہ اگر نکاح کے وقت گواہ نہ ملے تو وطن کی مٹی گواہ ہوسکتی ہے؟

سردار شوکت حیات خان کی یادداشتیں

ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا۔ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔ میں نے ان تک قائداعظم کا پیغام پہنچایا اور وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لئے دعا گو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کا تعلق ہے کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ممتاز دولتانہ نے سیالکوٹ کے حلقے میں ایک احمدی نواب محمد دین کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجا آوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دیئے۔ قائداعظم نے مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لئے حکم فرمایا تھا۔ وہ پٹھان کوٹ میں چوہدری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔ جب میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ وہ کیسے ناپاکستان (ناپاک جگہ) کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ بعدازاں یہی مولانا مودودی صاحب میری مدد کے طلب گار ہوئے کہ انہیں ان کے علاقے کے غیر مسلموں سے بچایا جائے۔ میں اس وقت پنجاب میں وزیر تھا۔ چنانچہ میں نے فوج کی مدد سے انہیں باحفاظت پٹھان کوٹ سے پاکستان پہنچایا۔ تحریک پاکستان کے ایک سرکردہ رہنما سردار شوکت حیات خان کی کتاب ’گم گشتہ قوم‘۔ (جنگ پبلشرز 1995 کے صفحہ نمبر 195)

حج کیلئے حدیث (ادارہ)

يأتي على الناس زمان يحج أغنيائالناس للنزاهة، وأوسطهم للتجارة، واقراؤهم للرياء والسمعة، وفقرائهم للمسئلة (کنزالعمال)

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب مالدار لوگ تفریح کے لیے حج کریں گے اور انکے درمیانے درجے کے لوگ تجارت کے لیے حج کریں گے اور انکے علما دکھاوے اور شہرت کے لئے حج کریں گے وار انکے غریب لوگ مانگنے کے لیے حج کریں گے۔ یہ حدیث اپنے آپ میں بڑی لرزا دینے والی ہے موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو اس حدیث کی روشنی میں اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ انکا حج کہیں اس حدیث کا مصداق تو نہیں بن گیا۔ مالدار سوچیں کہ انکے حج میں تقویٰ کا اسپرٹ ہے یا سیروتفریح کی اسپرٹ۔ مڈل کلاس یہ سوچے وہ کہیں تجارتی فائدے کے خاطر تو سفر نہیں کر رہے۔ اسی طرح علما سوچیں کہ وہ کہیں اپنی پیشوانہ حیثیت کو بلند کرنے کے لئے تو حج نہیں کر رہے۔ اس طرح غریب بھی اپنے آپ سے پوچھیں کہ حج کو انہوں نے خدا سے مانگنے کا ذریعہ بنایا ہے یا لوگوں سے مانگنے کا۔

احمد شاہ جمالی پھر لکھتے ہیں: 'امام مہدی جو اتباع سنت محمدی ﷺ کے تبلیغی مشن پر آئیں گے وہی کچھ فرمائیں گے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد صحیحہ میں موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کا کوئی خاص فرقہ ان کو اپنے ڈھب کا نہ پاکر یہودیوں کی طرح جو پیغمبر آخرالزماں کے انتظار میں تھے اور پھر ان سے برگشتہ ہو گئے تھے، ایسے ہی وہ فرقہ امام مہدی سے برگشتہ ہو جائے۔'
(انوارالنجوم صفحہ 100)

سید محمد عباس زیدی شیعہ عالم سید محمد عباس زیدی الواسطی تحریر فرماتے ہیں کہ 'پہلے تو فقہائے عالم ہی بر بنائے عدم معرف اجناب کے (یعنی مہدی کے) قتل کا فتویٰ دیں گے۔' (آثار قیامت وظہور حجت حصہ دوم صفحہ 59)

سید محمد سطبین السرسوی امامیہ مکتبہ فکر کے فاضل نے مہدی موعود کی نسبت بتایا کہ۔ 'علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے اور یہ تمام نام کے مسلمان ہوں گے۔'
(الصراط السوی فی احوال المہدی صفحہ 507)

نور الحسن خان نواب صدیق حسن خان کے بیٹے مولوی نور الحسن خان نے لکھا۔ 'اگر امام مہدی آ گئے تو سارے مقلد بھائی ان کے جانی دشمن بن جائیں گے ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے۔ کہیں گے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔' (اقتراب الساعۃ صفحہ 224 مطبوعہ 1322ھ)

شیعہ رسالہ۔ 'البشر' لاہور شیعہ لٹریچر میں دو تین ہزار علماء کا امام مہدی پر کفر کا فتویٰ لگانا ثابت ہے۔ شیعہ رسالہ 'البشر' لکھتا ہے۔ 'امت میں سب سے پہلے علماء واُمراء کے لئے گمراہی کی پیشگوئیاں مذہبی معلوم ریکارڈ میں موجود ہیں۔ تین سو یا دوسری روایت میں تین ہزار علماء کا حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہونا مسلمات میں سے ہے۔ جو حضور علیہ السلام پر نیا دین پیش کرنے اور گمراہی پھیلانے کا فتویٰ دیں گے۔' ('البشر' لاہور، اپریل مئی 1967ء صفحہ 20)

امداد اللہ مہاجر مکی عالم اسلام کے مشہور عالم اور دیوبند اکابر کے روحانی پیشوا حافظ شاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکی (1881-1899ء) نے فرمایا۔ 'ظہور امام مہدی آخرالزماں کے ہم سب لوگ شائق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اور اوّل اوّل ان کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر 313 اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے۔' (شمائم امدادیہ مع اردو ترجمہ نفحات مکیہ صفحہ 102)

نواب صدیق حسن خاں اہل حدیث کے مسلمہ بزرگ نواب صدیق حسن خاں (1832ء۔1998ء) لکھتے ہیں۔ 'چونکہ مہدی علیہ السلام سنت کے احیاء اور بدعت کے انسداد کیلئے جہاد کریں گے علماء وقت جو فقہا کی تقلید اور مشائخ اور اپنے باپ دادوں کی پیروی کے عادی ہوں گے کہیں گے کہ یہ شخص دین اور ملت کی بنیادوں کو برباد کرنے والا ہے اور اس کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنی عادت کے مطابق اس کی تکفیر اور گمراہی کے فتوے جاری کریں گے۔'
(حجج الکرامہ صفحہ 363)

مولوی عبدالغفور 'مہدی اپنے احکام وفیصلوں میں علماء زمانہ کے خیالات کی مخالفت کرے گا جس سے وہ ناراض ہو جائیں گے۔' (النجم الثاقب جلد اوّل صفحہ 6 8) محمد قاسم نانوتوی فرقہ دیوبند کے پیشوا مولانا محمد قاسم نانوتوی (1931ء۔1879ء) نے یہ پیش گوئی فرمائی۔ 'امام مہدی علیہ السلام چونکہ سراپا کلام اللہ کے موافق ہوں گے اس لئے کروڑوں لوگ مہدی سے روگردانی کریں گے۔' (قاسم العلوم، صفحہ 115)

حضرت ابن عربی سپین میں چھٹی صدی ہجری کے ممتاز مفسر اور پیشوائے طریقت حضرت محی الدین ابن عربی (1165ء۔1240ء) فرماتے ہیں۔ 'جب امام مہدی دنیا میں ظاہر ہوگا تو علمائے ظاہر سے بڑھ کر ان کا کوئی کھلا دشمن نہیں ہوگا۔ کیونکہ مہدی کی وجہ سے ان کا اثر ورسوخ جاتا رہے گا۔'
(فتوحات مکیہ جلد 3 صفحہ 336)

انتخاب - رشید یوسفزئی

کسی بازار میں جا کر ایک نظر اردگرد کے لوگوں کی طرف دوڑائیں۔ داڑھی والے لوگ عام لوگوں میں زیادہ سے زیادہ ایک فیصد تک نظر آئیں گے۔ اس ایک فی صد کی ایک فی صد بھی فضل الرحمان اُستاد جی کے ساتھ نہیں۔ مرکزی اضلاع میں جے یو آئی ایک کونسلر بنانے میں ناکام ہے۔ جے یو آئی صرف جنوبی اضلاع بنوں، ڈی ائی خان اور ٹانک کی پارٹی رہ چکی ہے۔ وہ بھی نظریاتی ووٹ نہیں بلکہ مفاد کی ووٹ ہے اور وہاں کے حالات واضح وظاہر مفاد پرستانہ، خودغرضانہ، منافقانہ طرز علم کی بناء پر فضل الرحمان استاد جی کا نام ہی منافقت کی مترادف بن گیا ہے۔ آج کا نوجوان بلا استثنا جتنی نفرت فضل الرحمن سے کرتا ہے اتنا کسی اور سے نہیں۔ علماء اور مذہبی شخصیات کو جتنا نقصان مولانا نے پہنچایا کسی اور نے نہیں۔ عوام سے قران وحدیث کے نام پر ووٹ لے کر اسے اگے فروخت کرنا اسکا کامیاب پیشہ ہے۔ سخاکوٹ، مالاکنڈ کے ایک صاحب ہے صاحبزادہ خالد جان۔ ناظرہ قران سے بھی ناواقف ہے۔ مردان کے مدرسہ انوارالعلوم (جیسے مقامی لوگ ڈانگ بابا جی کا مدرسہ کہتے ہیں) سے خالد جان کیلئے جعلی سند لے کر ایم ایم اے دور میں سینٹر بنایا گیا۔ کیا مولوی کیلئے قران وحدیث اور خداورسول کے نام پر جعلی کام، وہ بھی ملکی اُمور کے سطح پر، جائز ہیں؟ حیرانگی کی بات یہ کہ چھ مذہبی پارٹیوں کی اتحاد ایم ایم اے میں ایک ولی اللہ نے بھی اس کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی۔ یہ سینٹر طلحہ محمود، اور اپنا نام نہ لکھ سکنے والے غلام علی خداورسول کے نام سے لئے گئے ووٹ پر کیوں سینٹیر بنائے گئے؟ کیا جمعیت علمائے اسلام میں ایک بھی عالم، ایک بھی شیخ الحدیث والقران نہیں تھا؟ مردان کے ایک مرنج مرنجان شخص حافظ حسین احمد نے ایک بارے اُستاد جی سے پوچھا کہ جعلی سند پر خالد جان کی بجائے فلاں شیخ الحدیث کو سینٹیر بناتے۔ اُستاد جی نے جواب دیا، یہ شیخ الخبیث اس قابل نہیں ہوتے شیوخ الحدیث کا قصور یہ ہے کہ وہ غریب ہونے کیساتھ ایمان واُصول پر معاملہ نہیں کریں گے۔ اور اُستاد جی کو ضرورت ایسے ٹٹوؤں کی ہوتی ہے جو روپیہ کے ساتھ چاپلوسی اور منافقت کے استعداد سے بھی مالا مال ہو۔ فضل الرحمن کی بصیرت کیا ہے مولویوں کو لڑانا اور سیاسی سودے بازی کرنا۔

اس کی سیاست کا ایجنڈا کیا ہے؟

سارے ملک کو مدرسے میں تبدیل کر کے اسکا مہتمم بننا۔ اسکی سیاست کی بقا کا راز صرف اور صرف شدت پسندی میں ہے۔ فضل الرحمان اقتدار کی حرص میں سدھ بدھ کھو بیٹھا ہے اور جو اگ پھیلا رہا ہے وہی اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ۔ اس ملک کی اولین لعنت مذہبی انتہا پسندی ہے اور آج اُستاجی اسی کا سہارا لے کر وہی لعنت پھیلانے میں سرگرم ہے جبکہ دیگر سیکولر جماعتیں صرف عمرانی مخالفت میں اُستاجی کے اگ پھیلانے میں اسکے معاون بن رہے ہیں۔ یہ یہودی قادیانی آج استاد جی کو یاد آئے۔ پیپلز پارٹی دور میں ایوان صدر میں صدر شیعہ تھا، جبکہ ایوان صدر چلانے والے دو کرتے دھرتے فرحت اللہ بابر اور رحمان ملک دونوں احمدی تھے جن کیساتھ اُستاجی ذاتی دوستی رکھنے پر فخر کرتا ہے۔ اُستاجی کے چہیتے نواز شریف کی سارے ذاتی امور کا انچارج پشاور کا ایک احمدی ہے جس کے ایک بھائی سعود مرزا کو نواز نے ایف آئی اے کا ڈائریکٹر جنرل بنایا تھا۔ بات احمدی یا قادیانی کی نہیں ذاتی مفاد کی ہے۔ کرپشن کی بات ہو تو لازمی نہیں کرپشن قانون کے آنکھ میں ہو۔ ایک بات کی خود ڈھونڈ لگائیں اُستاجی کا شاندار گاڑی ملک ریاض نے کس کھاتے میں اس کو دی تھی۔ ہاؤسنگ منسٹری میں کیا کیا تباہی ہوئی؟ کرپشن تو معمولی بات ہے۔ یہ تو لوٹ مار تھی۔ لبرل حضرات جو آج عمران کی دشمنی میں مولانا کے حق سوشل میڈیا پر ایکٹیو نظر آتے ہیں یاد رکھیں کہ فضل الرحمن عمران سے ہزار گنا بڑھ کر برائی ہے۔

سائرہ خلیل

بیٹی جب شادی کے بعد... سسرال جاتی ہے تب... پرائی نہیں لگتی۔ مگر... جب وہ میکے آکر ہاتھ منہ دھونے کے بعد سامنے ٹنگے ٹاول کے بجائے اپنے بیگ سے مختصر رومال سے منہ پونچھتی ہے۔ تب وہ پرائی لگتی ہے۔ جب وہ باورچی خانے کے دروازے پر نامعلوم سی کھڑی ہو جاتی ہے، تب وہ پرائی لگتی ہے۔ جب وہ پانی کے گلاس کے لئے ادھر ادھر آنکھیں گھماتی ہے۔ تب وہ پرائی لگتی ہے۔ جب وہ پوچھتی ہے واشنگ مشین چلاؤں کیا۔ تب وہ پرائی لگتی ہے۔ جب میز پر کھانا لگنے کے بعد بھی برتن کھول کر نہیں دیکھتی تو۔ تب وہ پرائی لگتی ہے۔ جب پیسے گنتے وقت اپنی نظریں چراتی

ہے۔تب وہ پرائی لگتی ہے۔

جب بات بات پر غیر ضروری قہقہے لگا کر خوش ہونے کا ڈرامہ کرتی ہے۔تب وہ پرائی لگتی ہے۔اور لوٹتے وقت اب کب آئے گی۔کے جواب میں دیکھو کب آنا ہوتا ہے۔یہ جواب دیتی ہے۔تب ہمیشہ کے لئے پرائی ہو گئی ایسے لگتی ہے۔لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے بعد جب وہ چپکے سے اپنی آنکھیں چھپا کے خشک کرنے کی کوشش کرتی۔تو وہ پرایا پن ایک جھٹکے میں بہہ جاتا ہے تب وہ پرائی سی لگتی ہے۔نہیں چاہئے حصہ بھیا میرا میکا سجائے رکھنا کچھ نہ دینا مجھے صرف محبت برقرار رکھنا پاپا کے اس گھر میں میری یاد بسائے رکھنا بچوں کے ذہنوں میں میرا مان برقرار رکھنا بیٹی ہوں ہمیشہ اس کے گھر کی یہ اعزاز سجائے رکھنا۔بیٹی سے ماں کا سفر۔

خوبصورت الفاظ تمام بہنوں کے نام

بیٹی سے ماں کا سفر بے فکری سے فکر کا سفر رونے سے خاموش کرانے کا سفر پہلے جو آنچل میں چھپ جایا کرتی تھی۔آج کسی کو آنچل میں چھپا لیتی ہیں۔پہلے جو انگلی پہ گرم لگنے سے گھر کو سر پہ اُٹھایا کرتی تھی۔آج ہاتھ جل جانے پر بھی کھانا بنایا کرتی ہیں۔پہلے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو جایا کرتی تھی آج وہ لاڈلی بڑی بڑی باتوں کو ذہن میں چھپایا کرتی ہیں۔پہلے بھائی،، دوستوں سے لڑ لیا کرتی تھی۔آج ان سے بات کرنے کو بھی ترس جاتی ہیں۔ماں، ماں کہہ کر پورے گھر میں کھل کرتی تھی۔آج ماں سن کے آہستہ سے مسکرایا کرتی ہیں۔10 بجے اُٹھنے پر بھی جلدی اُٹھ جانا ہوتا تھا۔آج 7 بجے اُٹھنے پر بھی لیٹ ہو جایا کرتی ہیں۔اپنے شوق پورے کرتے کرتے ہی سال گزر جاتا تھا۔آج خود کے لئے ایک کپڑا لینے کو ترس جایا کرتی ہے۔سارا دن فارغ ہو کے بھی بزی بتایا کرتی تھی اب پورے دن کام کر کے بھی کام چور کہلایا کرتی ہیں۔ایک امتحان کے لئے پورے سال پڑھا کرتی تھی۔اب ہر روز بغیر تیاری کے امتحان دیا کرتی ہیں۔نہ جانے کب کسی کی بیٹی کسی کی ماں بن گئی۔کب بیٹی ماں کے سفر میں تبدیل ہو گئی....کچھ نہیں پتہ کچھ نہیں پتہ۔کچھ نہیں پتہ۔تمام بہنیں مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اللہ تعالی ہر بیٹی کا نصیب اور مقدر اچھا کرے۔

میاں بیوی

بسم اللہ کلیم

کہتے ہیں کسی بستی میں ایک میاں بیوی رہتے تھے۔

انہوں نے بہت کامیاب زندگی گزاری کسی چیز کی کمی نہ تھی اُن کے پاس۔مگر ان کے دل میں اِک خلش اِک اندیشہ اور ایک کھٹکا سا ہر وقت بیدار رہتا۔انہیں لگتا کہ یہ سب جھوٹ ہے زندگی حقیقت میں کچھ اور ہے۔اُن دونوں کے اندر ایک مستقل تلاش تھی ایسے رختِ سفر اور اِک ایسی ڈگر کی جو اُن کو تقوٰی کی پگڈنڈی پر چلاتے ہوئے نفسِ مُطمئِنہ کے گاؤں تک لے جاوٗ۔انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ جھوٹ کی اس دُنیا کو چھوڑ کر ہر وہ راہ اور طرز اپنائیں گے جو اُن کو اُن کے رَب کے قریب کرنے والی ہو۔لہٰذا اُن دونوں نے بستی سے باہر ایک جنگل میں رہنا شُروع کر دیا۔رات دن عبادت اور ریاضت میں گزارتے۔ ہر بات پر رَب کی حمد وثنا کرتے اور سوچ سمجھ کر دل سے اُس کی دی ہوئی نعمتوں کا شُکر ادا کرتے۔اسی طرح دِن مہینے اور سال گُزرنے لگے۔ایک لمبے عرصے کے بعد اُن کو خیال آیا کہ بستی اور وہاں کے رہنے والے نہ جانے کس حال میں ہوں گے ہمیں اُن کی خبر لینی چاہیئے۔یہ سوچ کر وہ اپنے جھونپڑے سے نکلے اور اپنی پُرانی بستی کی طرف چل پڑے۔آگے آگے بُوڑھے میاں لاٹھی ٹیک ٹیک کر چل رہے تھے اور پیچھے اُن کی نصف بہتر آہستہ آہستہ۔ اچانک بڑے میاں کی نظر سونے کی ایک چمکدار اینٹ پر پڑی تو فوراً اُن کو خیال آیا کہ عورتوں کا دل نازک ہوتا ہے اگر یہ میری بیوی کی نظر میں آ گئی تو مبادا اُس کے دل میں یہ چمکتی سونے کی اینٹ اُٹھا لینے کا جذبہ جاگ اُٹھے اور ہم پھر سے اپنی ڈگر سے بھٹک جائیں۔یہ سوچ کر بڑے میاں نے وہ اینٹ اُدھر ہی مٹی میں دبا دی۔اتنے میں اُن کی اہلیہ بھی وہاں پہنچ گئیں اور بڑے میاں کو مٹی سے کچھ کرتے دیکھ کر پوچھا ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ اب جھوٹ تو بول نہیں سکتے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔اِس پر خُدا کی اُس بندی نے جو جواب دیا اس کوسُن کر بڑے میاں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اگلے ہی لمحے دونوں پھر سے اپنی ڈگر پر چل پڑے اللہ کی اُس بندی یہ جواب تھا۔''ارے...! تُجھے ابھی بھی سونا دِکھائی پڑ جاتا ہے...؟ مُجھے سب کچھ مٹی نظر آتا ہے''مُبشّرہ ناز کی تحریر کو پڑھتے وقت میری بھی بس کچھ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے۔

***

اپنی عمر بتانے کا طریقہ ۔

بسمِ اللہ کلیم

ہمارے ایک بہت پُرانے دوست جِن کے ساتھ ہم دورانِ گُفتگو محض احتراماً ’’ابے تبے‘‘ کا طرزِ تکلّم اختیار کیا کرتے ہیں۔ جانے کیوں ہماری عمر کے بارے میں بہت فکرمند رہتے ہیں اور اکثر اشاروں کنایوں میں کوئی ایسی بات ضرور کرتے ہیں جِسے ہم سُنی اَن سُنی کردینے میں ہی بہتری سمجھتے ہیں۔ ویسے تو وہ اچھے خاصے علم دوست آدمی ہیں اور اکثر اوقات اپنی علمی پیاس بُجھانے کی خاطر ہم سے اعلیٰ علمی سطح کے سوالات بڑے مودبانہ انداز میں پوچھتے اور سعادتمندی سے اُن کا جواب اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آج اُس وقت اُن کی سعادتمندی اور جذبۂ علم طلبی دیدنی تھا جب اُنہوں نے ہم سے سیدھے سیدھے ہی پوچھ لیا کہ ’’لالہ جی آپ کی عمر کِتنی ہوگی۔۔۔؟‘‘ سوال کیونکہ براہِ راست تھا ہمیں جواب دینا ہی پڑا۔ ہم نے کہا میاں کِتنی عمر سے اگر تمہاری مراد وہ عمر ہے جو کہ ابھی آنے والی ہے تو اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ لیکن اگر تُم اُس عمر کے بارے میں پوچھ رہے ہو جو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ تو میاں صاحبزادے اب ہم اِتنے پُرانے بھی نہیں جِتنا تُم سمجھتے ہو۔۔۔! یہ اپنے قائم علی شاہ صاحب جب پرائمری سکول میں پڑھا کرتے تھے۔ تو ہم آدھی چُھٹی کے وقت سکول کے آگے بانس پر لپیٹ کر ’’گٹّا لاچی والا‘‘ بیچا کرتے تھے۔ ٹکے کی چِڑی، آنے کا ککُڑ، اور بڑے آنے یعنی دَس پیسے کا گھوڑا۔۔۔! آج بھی جب ہم عمران خان صاحب کو سفید شلوار قمیض پہنے، گلے میں PTI کا جھنڈا ڈالے دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنا بانس پر لپیٹا گٹّا لاچی والا ضرور یاد آتا ہے۔ کیسا علم و معرفت اور دانشمندی سے بھرپور زمانہ تھا۔ کھیل کھیل میں ہم لوگ فِزکس، کیمِسٹری اور ریاضی جیسے اہم مضامین سے واقفیت حاصل کرلیا کرتے تھے۔ ہمارا سب سے زیادہ ہر دِلعزیز کھیل کُچھ اس طرح تھا کہ چِکنی مٹی کو ایک تغاری میں ڈال کر خاص کیمیاوی ترکیب سے گوندھا اور پھر دو لڑکوں میں برابر تقسیم کرلیا جاتا۔ دونوں لڑکے اپنے اپنے حصّے کی مٹی سے مُناسب سائز کا ایک گولا بنا لیتے اور اُس کو ہاتھ میں لے کر کسی ماہر کوزہ گر کی طرح پتلی اور اُونچی دیواروں والی پیالہ نُماء چیز بنا لیتے۔ پھر بِسمِ اللہ پڑھ کر پھونکتے جس سے دُنیاوی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اللہ پر ایمان بھی مضبوط ہوتا چلا جاتا اُس پیالے کو زمین پر اُلٹا دے مارتے جس سے ہلکی سی پٹاخ کی آواز آتی اور پیالہ پیندے کی طرف سے پھَٹ جاتا۔ اب دونوں کھلاڑی اپنی اپنی مٹی سے دوسرے کھلاڑی کے پیندہ پھَٹ پیالے کو بھرتے۔ یہ عمل ایک مخصوص گِنتی تک جو کہ دونوں کھلاڑیوں کی طرف سے آغاز ہی میں طے کرلی جاتی تھی دُھرایا جاتا۔ اور آخر پر جس کھلاڑی کے پاس زیادہ مٹی ہوتی اُس کی جیت ہوتی اور دوسرے کی ہار۔۔۔! اور پھر گُھگُھو گھوڑے ایجاد ہوگئے۔۔۔! جس پر ہماری خُوشی اور کیفیت کُچھ اس طرح کی تھی جو آج کل کے بیچارے نوجوانوں کی وہ والا اخبار دیکھتے ہوئے ہوتی ہے جس میں آئی فون کا نیا ماڈل بازار میں آنے کی خبر چھپی ہو۔۔۔! تو میاں صاحبزادے اگر ہماری اس پُرمعارف گُفتگو سے بھی تمہیں کُچھ اندازہ نہیں ہوا تو بتائے دیتے ہیں کہ اس وقت ہماری عمر ترپین سال اور چھ ماہ سے کوئی تین ہفتے اُوپر ہے۔

جادو جو سر چڑھ کر بولے

(قوم کے احسان فراموشوں کے لئے)

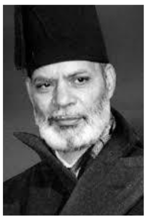

دوسرا حوالہ شیخ عبداللہ کی تحریر شدہ ’’آتش چنار‘‘ کا ہے۔ شیخ صاحب نیشنل کانفرنس کے راہنما تھے۔ اور ہندوستان سے الحاق کرنے کے بعد مہاراجہ کشمیر نے انہیں وزیراعظم مقرر کیا تھا۔ آپ ہندوستان کے اس وفد کے رُکن تھے۔ جو جنوری 1948ء میں اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ شیخ صاحب کا بیان ان ہی کے الفاظ میں سنئے۔ ’’ہندوستان کی طرف سے مقدمہ پیش کرنے کے لئے پہلا وفد گوپال سوامی آئینگر کی قیادت میں روانہ ہوا۔ پاکستانی وفد کی قیادت وزیر خارجہ چوہدری سر ظفراللہ خان کررہے تھے۔ مجھے بھی ہندوستانی وفد میں شامل کیا گیا۔ میرے لئے سمندر پار جانے کا پہلا موقع تھا۔ چوہدری سر ظفراللہ خاں ایک ہوشیار بیرسٹر تھے۔ انہوں نے بڑی ذہانت اور چالاکی کا مظاہرہ کرکے ہماری محدود سی شکایت کو ایک وسیع مسئلے کا رُوپ دے دیا۔ ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کے سارے پر آشوب منظر کو اس کے ساتھ جوڑ دیا۔ ہندوستان پر لازم تھا کہ اپنی شکایت کا دائرہ کشمیر تک محدود رکھتا۔ لیکن وہ سر ظفراللہ خان کے جال میں پھنس کر رہ گیا۔ اور اس طرح یہ معاملہ طول پکڑ گیا۔ بحثا بحثی کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ ہمارے کان پک گئے اور ہمارا قافیہ تنگ ہونے لگا ہم گئے مستغیث بن کر تھے لیکن ملزم کی طرح کٹہرے میں کھڑے کردیئے گئے۔‘‘

***

ایک یہودی کا سچ

رانا عبدالرزاق
خان لندن

جن کے سر پر ڈوپٹہ ہونا چاہئے وہ ننگے سر کھڑی ہیں۔میں یہودی ہوں اور اپنے یہودی ہونے پر فخر کرتا ہوں جبکہ تم اب مسلمان کہلاتے ہوئے شرماتے ہو...جبکہ آج دنیا میں ہماری حکومت ہے۔تم نے دیکھا کہ ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ ہم تمہاری سڑکوں پہ پھرے تو ہمیں تمہارا حال پسند نہیں آیا...تو پتہ ہے ہم نے کیا کیا؟ بہت آسانی سے تمہاری لڑکیوں کے سروں سے حجاب اُتروادیا...دوسرے طریقوں سے قرآن بھی بھلوادیا۔تم لوگوں کے پاس اپنا لباس بھیجا اپنے بازاروں کو دیکھو سارے عریاں لباس کی نمائش گاہ ہیں...اور تمہاری تہذیب کا لباس تمہارے بازاروں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ تم نے سب کچھ قبول کرلیا...کیا تم کو نہیں معلوم کہ یہی حال قوم لوط کا تھا...کتنے بیوقوف ہو تم... کہتے رہتے ہو: یہودیوں نے ہماری زمین چھین لی۔قرآن اور سنت کو ختم کروادیا...تم کہاں مر گئے ہو...؟ کیوں کچھ نہیں کرتے؟

سڑکوں پر تمہاری لڑکیاں ایسے لباس میں گھوم رہی ہیں کہ نام کو لباس ہے پہلے ہم نے تمہاری عورتوں کا حجاب اُتارا پھر چادریں پھر ڈوپٹہ پھر لباس چست کیا شلواریں اُونچی کیں اب شلوار کی جگہ ٹائیٹس پہنا دیا ہم نے انھیں بازاروں راستوں میں برہنہ کردیا اب وہ ہمارا بنایا ہوا لباس فخر سے پہنتی ہیں اور تمھارا لباس پہنتے ہوئے انھیں شرم آتی ہے...کیا مضحکہ خیز بات ہے...تمہارا حال بہت برا ہوگیا ہمیں تم لوگوں کی تعلیم میں ترقی پسند نہ آئی تو ہم نے تمہارا نصاب بدلوادیا...اور تمہارے ٹیلی ویژن کو ذلت آمیز پروگراموں اور شرم ناک ڈراموں میں بدل دیا...تمہیں اور تمھارے علماء کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں..تمہارا چپ رہنا ہی بہتر ہے...ہم نے تمہارے نوجوانوں کو بھٹکا دیا ایک دور تھا کہ تم ایک پاکیزہ اور غالب اُمت تھے...آج تم ذلت کی پستیوں میں اُتر گئے ہو...بیچارے مسلم! ہم نے محسوس کیا کہ تم لوگوں کی زبان عربی بہت خوب صورت ہے جس سے تم قرآن پڑھتے ہو...اور اہل جنت کی بھی یہی زبان ہوگی......تو ہم نے تمہاری زبان کو بے فائدہ اور فضول قرار دیا...اور تم لوگوں نے فوراً یقین کرلیا...پھر تم دوسری زبانوں پر فخر کرنے لگے(ہائے..بائے.ہیلو...مرسی... برسیتیج ...وغیرہ وغیرہ)اور تم نے اپنے دعائیہ خوب صورت کلمات (السلام علیکم) کو چھوڑ کر ان ہی کا استعمال شروع کردیا اور ہم تمہیں اسی طرح پسند کرتے ہیں اور ہمیں یہ بھی پسند نہیں آیا کہ تم لوگوں کو متحد دیکھیں...تو ہم نے راشی مسلموں کے ذریعہ تمہاری مسجدوں کو اُڑادیا اور الزام بھی تم پر ہی لگایا۔تمہیں مذہبی، رنگ و نسل،لسانی فرقوں میں بانٹ کر پارہ پارہ کردیا،تمہارے لیڈر،تمہارے بیوروکریٹس،علمائے سُو ہماری چاندی کے غلام ہیں۔اُن کی ساری دولت امریکہ یا جنیوا میں ہمارے ہی بنکوں میں پڑی ہے۔اس انتشار سے تمہارے درمیان باہمی لڑائیاں شروع ہوگئیں..ہم نے تمہارے دین کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور جھوٹے فتووں کے ذریعے تمہیں تمہاری راہ سے ہٹادیا...ہم نے تمہارے درمیان نفرت اور فساد کی آگ بھڑکائی جو تب تک نہیں بجھے گی جب تک کہ تمہیں جلا کر راکھ نہ کردے...تمہارے گھروالے اب جدید مشینی ایجادات کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں... تمہارے ہیروز کا انجام کیا ہوا۔

لیبیا کے قذافی،عراق کا صدام حسین،مصر کے انور سادات، جمال عبدالناصر،مرسی،شام کے بومدین،انور سادات،اُردن کے شاہ حسین، پاکستان کے بھٹو اور ضیاع الحق،مشرف، زرداری،نواز شریف، فیصل، اور بہت سے نام ہیں۔سعودیہ نے اسرائیل کا سفارتخانہ کھول دیا ہے، جوئے کے اڈے کھل گئے ہیں،سینماز بھی بن چکے ہیں،فحاشی کی ریل پیل ہے۔سارے سعودی شہزادے زانی اور شرابی ہیں۔ہندوؤں کے مندر بھی سعودیہ اور دیگر عربی ممالک میں بن چکے ہیں۔کہاں ہے اسلام۔تمہارا کردار مشکوک،تمہارا عدل و انصاف وگرگوں،تمہاری

معشیت ہمارے ہاتھوں میں، تمہارا سارا نظام یہود و نصاریٰ کے کنٹرول میں۔ہم نے طرح طرح کی کمپیوٹر گیمز ایجاد کیں، جن میں کھو کر تم قرآن کو بھول گئے...اپنے علماء کو بھول گئے...مسلمان سائنس دانوں اور ان کے کارناموں کو بھول گئے...تمہاری نئی نسل ایسی نسل ہے جو حق بات کہتے ہوئے ڈرتی ہے...ہم یہودی قوم...اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ تعداد میں اس قدر تھوڑے ہونے کے باوجود ہم نے تمہیں بہت آسانی سے گوشت کے ٹکڑوں کی مانند خرید لیا...اور تمہیں اس کا کوئی ملال نہیں...تم خوش اور مست ہو۔فلسطین، کشمیر، انڈیا، روہنگیا کے مسلمانوں پر ظلم ہم کروا رہے ہیں ۔کشمیر کے لوگ نکمے اور غدار وطن ہیں، اور پاکستان اُن سے مخلص نہیں۔جو لیڈر اپنے وطن سے مخلص نہیں وہ کشمیر اور فلسطین سے کیسے مخلص ہو سکتا ہے ۔ہم نے بھارت کو امورِ خارجہ میں ساری دنیا میں پروموٹ کیا ہے۔اور مسلم ممالک کو ارادی طور پر فیل کیا ہے۔یو این او ہماری ہے۔تم کدھر جاؤ گے۔تم سارے بے عمل مسلمان ہمارے تلوے چاٹنے پر مجبور ہو۔کیونکہ تم بے علم، جاہل اور بے وقوف اُمت کے دعوے دار ہو۔اندر سے منافق اور غدار، شرابی، زانی اور ابلیس، اہل عرب عقال اور غطرہ پہن کر دنیا کی خوبصورت فاحشہ عورتوں کے سامنے ڈھیر ہوئے جاتے ہیں۔

تم بے عمل گدھے کی مانند ہو جس نے دولت سے خرید کر شیر کی کھال پہن رکھی ہے۔تم ایک غلام اُمت ہو، باہم پارہ پارہ، اب تم میں کوئی صلاح الدین ایوبی، اور عمر اور علی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ تمہارا تو ایک محلے میں ایک امام نہیں ہے۔اور تم ایسی قوم ہو کہ میر جعفر اور میر صادق کی اولاد ہو، تمہیں اپنے باپ تک کا پتہ نہیں تمہیں گدھے کی طرح اپنا پیٹ بھرنا ہے۔تمہیں قومی مفاد کی بجائے ذاتی مفاد کو مقدم رکھنا ہے۔آ کوئی ہے اُمت مسلمہ کا لیڈر؟۔یقیناً واللہ کوئی نہیں۔قومیں عدو انصاف اور اچھے اخلاق کا مجسمہ ہوتی ہیں تب جا کر اُن اقوام میں علی اور عمر پیدا ہوتے ہیں۔اُمت مسلمہ ایک جہالت اور بے عملی اور بے راہ روی، یہود و نصاریٰ کی غلامی کا مجسمہ ہے۔جو جلد ہی ہم پاش پاش کر دیں۔اُمت مسلمہ کے لیڈر، علمائے سُو، اور مالدار عربی شہزادے ساری دنیا میں فحاشی کا شاہکار گردانے جاتے ہیں۔کہاں ہیں مجاہدین اسلام؟

تھے تو آبا ہی تمہارے مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے فکرِ فردا ہو

دلچسپ اور سبق آموز واقعہ

مرسلہ: فیروز احمد خان پنجاب

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں ایک بار بہت بڑا قحط پڑ گیا۔اس قحط کے اثرات سمرقند سے لے کر بغداد تک اور کوفہ سے لے کر مراکش تک ظاہر ہونے لگے۔ہارون الرشید نے اس قحط سے نمٹنے کیلئے تمام تدبیریں آزما لیں' اس نے غلے کے گودام کھول دیئے' ٹیکس معاف کر دیئے' پوری سلطنت میں سرکاری لنگر خانے قائم کر دیئے لیکن اس کے باوجود عوام کے حالات ٹھیک نہ ہوئے۔ایک رات ہارون الرشید شدید ٹینشن میں تھا' اسے نیند نہیں آ رہی تھی' ٹینشن کے اس عالم میں اس نے اپنے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد کو طلب کیا' یحییٰ بن خالد نے ایک داستان سنانے کی استدعا کی ''کسی جنگل میں ایک بندریا سفر کیلئے روانہ ہونے لگی' اس کا ایک بچہ تھا' وہ بچے کو ساتھ نہیں لے جا سکتی تھی چنانچہ وہ شیر کے پاس گئی اور اس سے عرض کیا'' جناب آپ جنگل کے بادشاہ ہیں' میں سفر پر روانہ ہونے لگی ہوں' میری خواہش ہے آپ میرے بچے کی حفاظت اپنے ذمے لے لیں'' شیر نے حامی بھر لی' بندریا نے اپنا بچہ شیر کے حوالے کر دیا' شیر نے بچہ اپنے کندھے پر بٹھا لیا' بندریا سفر پر روانہ ہو گئی' اب شیر روزانہ بندر کے بچے کو کندھے پر بٹھاتا اور جنگل میں اپنے روزمرہ کے کام کرتا رہتا۔ایک دن وہ جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک چیل نے ڈائی لگائی' شیر کے قریب پہنچی' بندریا کا بچہ اٹھایا اور آسمان میں گم ہو گئی' شیر جنگل میں بھاگا دوڑا لیکن وہ چیل کو نہ پکڑ سکا'' چند دن بعد بندریا واپس آئی اور شیر سے اپنے بچے کا مطالبہ کر دیا۔شیر نے شرمندگی سے جواب دیا' تمہارا بچہ تو چیل لے گئی ہے' بندریا کو غصہ آ گیا اور اس نے چلا کر کہا'' تم کیسے بادشاہ ہو' تم ایک امانت کی حفاظت نہیں کر سکے' تم اس سارے جنگل کا نظام کیسے چلاؤ گے'' شیر نے افسوس سے سر ہلایا اور بولا'' میں زمین کا بادشاہ ہوں' اگر زمین سے کوئی آفت تمہارے بچے کی طرف بڑھتی تو میں اسے روک لیتا لیکن یہ آفت آسمان سے اتری تھی اور آسمان کی آفتیں صرف اور صرف آسمان والا روک سکتا ہے''۔یہ کہانی سنانے کے بعد یحییٰ بن خالد نے ہارون الرشید سے عرض کیا'' بادشاہ سلامت قحط کی یہ آفت بھی اگر زمین سے نکلی ہوتی تو آپ اسے روک لیتے' یہ آسمان کا عذاب ہے' اسے صرف اللہ

تعالیٰ روک سکتا ہے چنانچہ آپ اسے رکوانے کیلئے بادشاہ نہ بنیں، فقیر بنیں، یہ آفت رک جائے گی"۔ دنیا میں آفتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، آسمانی مصیبتیں اور زمینی آفتیں۔ آسمانی آفت سے بچے کیلئے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ضروری ہوتا ہے جبکہ زمینی آفت سے بچاؤ کیلئے انسانوں کا متحد ہونا، وسائل کا بھرپور استعمال اور حکمرانوں کا اخلاص درکار ہوتا ہے۔

یحییٰ بن خالد نے ہارون الرشید کو کہا تھا "بادشاہ سلامت آسمانی آفتیں اس وقت تک ختم نہیں ہوتیں جب تک انسان اپنے رب کو راضی نہیں کر لیتا، آپ اس آفت کا مقابلہ بادشاہ بن کر نہیں کر سکیں گے چنانچہ آپ فقیر بن جایئے۔ اللہ کے حضور گر جایئے، اس سے توبہ کیجئے، اس سے مدد مانگیں گے"۔ دنیا کے تمام مسائل اور ان کے حل کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا ہے جتنا ماتھے اور جائے نماز میں ہوتا ہے لیکن افسوس ہم اپنے مسائل کے حل کیلئے سات سمندر پار تو جا سکتے ہیں لیکن ماتھے اور جائے نماز کے درمیان موجود چند انچ کا فاصلہ طے نہیں کر سکتے۔۔!!

معاویہ بن یزیدؒ کا ایک ایمان افروز واقعہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ میں ایک گندہ پودہ پیدا ہوا جس کا نام یزید ہے۔ یزید یزید ہی تھا مگر محمدؐ رسول اللہ کے باغ کا پودہ کہلاتا تھا۔ اُس کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا تو اُس نے اُس کا نام بھی اپنے باپ کے نام پر معاویہ رکھا۔ مگر ایسے گندے باپ کا بیٹا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اور اُن کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ایسا پھلا پھولا کہ اس کے واقعہ کو پڑھ کر لطف محسوس ہوتا ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ یزید کی موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنے بیٹے معاویہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ لوگوں سے بیعت لینے کے بعد اپنے گھر چلا گیا اور چالیس دن تک باہر نہیں نکلا۔ پھر ایک دن وہ باہر آیا اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہنے لگا کہ مَیں نے تم سے بیعت تو لے لی ہے مگر اس لئے نہیں کہ مَیں اپنے آپ کو تم سے بیعت کا زیادہ اہل سمجھتا ہوں بلکہ اس لئے کہ مَیں چاہتا تھا کہ تم میں تفرقہ پیدا نہ ہو اور اُس وقت سے لیکر اب تک مَیں گھر میں یہی سوچتا رہا کہ اگر تم میں کوئی شخص لوگوں سے بیعت لینے کا اہل ہو تو مَیں یہ امارت اُس کے سپرد کر دوں اور خود بری الذمہ ہو جاؤں۔ مگر باوجود بہت غور کرنے کے مجھے تم میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا اس لئے اے لوگو! یہ اچھی طرح سُن لو کہ مَیں اِس منصب کے اہل نہیں ہوں اور یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا باپ اور میرا دادا بھی اس منصب کے قابل نہیں تھے۔ میرا باپ یزید حسینؓ سے درجہ میں بہت کم تھا اور اُس کا باپ یعنی معاویہ حسنؓ حسینؓ کے باپ یعنی حضرت علیؓ سے کم درجے والا تھا اور اس کے بعد بہ نسبت میرے دادا اور باپ کے حسنؓ اور حسینؓ خلافت کے زیادہ حقدار تھے اس لئے مَیں اِس امارت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اب یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ جس کی چاہو بیعت کر لو۔

اُس کی ماں اُسوقت پردہ کے پیچھے اُس کی تقریر سُن رہی تھی۔ جب اُس نے بیٹے کے یہ الفاظ سُنے تو کہا کمبخت! تو نے اپنے خاندان کی ناک کاٹ دی ہے اور اُس کی تمام عزت خاک میں ملا دی ہے۔ وہ سُنکر کہنے لگا کہ جو سچی بات تھی وہ مَیں نے کہہ دی ہے۔ اب آپ کی جو مرضی ہو مجھے کہیں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور تھوڑے دن گزرنے کے بعد وفات پا گیا۔ تعجب ہے کہ یہ تاریخ شیعوں کی لکھی ہوئی ہے مگر باوجود اس کے افسوس ہے کہ شیعہ اصحاب نے اُس مُردار جھاڑی یعنی یزید کو تو یاد رکھا جو یزید بن معاویہ کہلاتی ہے مگر محمدؐ رسول اللہ کے اُس خوشنما پودے کو یاد نہ رکھا جو معاویہؒ ابن یزید کہلاتا ہے۔ حالانکہ لوگ اپنے باپ کے باغ کی تعریفیں کیا کرتے ہیں مگر اس میں جو اتفاقاً ایک بُرا پودا یزید کا نکل آیا تھا اُس کو تو شیعہ یاد رکھتے ہیں مگر یزید کے گھر میں جو بیٹا معاویہؒ پیدا ہوا اور جس نے اتنے فخر سے اور علی الاعلان کہا کہ حسنؓ و حسینؓ میرے باپ سے اچھّے تھے اور میرے دادا سے بھی اچھے تھے اور علیؓ میرے دادا سے اچھّے تھے اور وہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے اُس بیچارے کا نام بھی کوئی نہیں لیتا۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ محرّم کے موقع پر بجائے یزید کے معاویہؒ کا ذکر کیا جاتا کیونکہ یزید کے ذریعہ سے تو صرف اتنا ہی پتہ لگتا ہے کہ ایک گندی جھاڑی محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ میں تھی مگر معاویہ بن یزید کے ذریعہ سے یہ پتہ لگتا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کے باغ میں ایک گندی جھاڑی نکلی تھی مگر اس کے بیجوں سے پھر خدا نے ایک شاندار درخت پیدا کر دیا۔

(سیر روحانی 10 قرآنی باغات)

افسانہ

اللہ، امّاں اور میں

مبشرہ ناز

کچن میں سے امّاں اور خاور کی آوازیں آرہی تھیں ۔ یہ کب آیا شاید امّاں نے بلایا تھا۔خاور پُتر کیا بٹیا تُمہارے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھتی؟ گھر گندہ رہتا ہے، بچوں کی تربیت میں کچھ کمی ہے؟ رشتے داروں سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتی، دین سے روکتی ہے تمہارے والدین کے ساتھ بدتمیزی کرتی ہے، یا تُمہاری امانتوں کی حفاظت نہیں کرتی؟ کیا ان تمام معاملات میں سے کوئی شکایت ہے تمہیں؟ نہیں نہیں امّاں ایسی تو کوئی بات نہیں آپ سے کس نے کہا؟ خاور شرمندہ شرمندہ سے تھے۔’’دیکھ پُتر میری بیٹی میں کچھ غلطی ہوگی تو میں کبھی اُس کی بے جا حمایت نہیں کروں گی۔۔۔! تُو جانتا ہے میں اُن ماؤں میں سے نہیں ہوں۔ میں اُسے زیادتی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔ بٹیا تُمہاری ذمہ داری ہے اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کے ذمہ دار تم ہو۔اگر تمہارے کسی رشتہ دار کا سلوک بٹیا کے ساتھ ایک لمبے عرصے سے ٹھیک نہیں۔ اگر وہ اس کے کردار کے بارے میں غلط بات کریں شر پھیلائیں اور فساد کا موجب بنیں۔ کھلے عام غلط سلوک روا رکھیں۔ بٹیا تمہارے پاس شکایت لے کر نہ آئے تو پھر کہاں جائے اور شکایت کے جواب میں تم سختی یا دھونس سے غلط زبان استعمال کرو تو اس صورت میں تُمہاری بیوی کو کیا کرنا چاہیئے؟ خاور چُپ کر کے امّاں کی باتیں سن رہے تھے۔شاید انہیں توقع نہیں تھی کہ امّاں اُن سے اس موضوع پر بات کریں گی۔ والدین اپنے بچوں کو آباد دیکھنا چاہتے ہیں۔مگر پُتّر میں بٹیا کی عزت کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کروں گی۔ بیٹیوں کا پیچھا کرنے کی میں قائل نہیں۔مگر یوں بے جا ظلم سہنے کے لیئے بھی نہیں چھوڑ سکتی۔

تم دونوں ایک دوسرے کا لباس ہو اور لباس کا کام ہے ڈھانپنا سردی گرمی سے بچانا۔ ہو سکے تو کبھی اُس کی عزت نفس پر آنچ مت آنے دینا وہ ٹوٹ جائے گی۔اور ٹُوٹی ہوئی عورت گھر کی بنیادوں کو سنبھال نہیں سکتی۔تمہارا گھر کمزور ہو جائے گا ذرا سی تکلیف ذرا سی مشکل میں گرنے لگے گا۔لوگوں کو نقب لگانے کی عادت پڑ جائے گی۔گھر میں چور گُھس آئیں گے۔میں تُم سے محبت کرنے کا نہیں کہتی پُتّر عزت ہو تو محبت اپنی جگہ خود بنا لیتی ہے۔اُسے جتنا مان دو گے وہ اُتنی ہی مضبوط ہو گی۔اور تمہارے گھر کی حفاظت کر سکے گی۔ محبت وعدوں سے نہیں عمل سے پھلتی پھولتی ہے۔کسی کی اتنی جرات نہیں ہوتی کہ مرد کے ہوتے ہوئے بیوی پر اُنگلی اٹھائے یہ موقع ہم خود دیتے ہیں۔اپنی غرض اور کمزور نفس کی پیروی کرتے ہوئے چوری چُھپے ملنے جلنے سے باز نہیں آتے۔رسم ورواج اور خاندان کی باتوں یا اپنے کسی راز کی آشکار ہو جانے کے خوف سے عمر بھر دوسروں کے اشارے پر ناچتے رہتے ہیں۔شاید ہم نے اپنے دِلوں میں بُت بنا رکھے ہیں۔خاور سر جھکائے بیٹھے تھے۔برآمدے میں لگے آئینے میں سے کچن کا منظر بہت واضح دِکھ رہا تھا۔۔۔!امّاں کے لہجے میں حسب معمول حلاوت گھلی تھی مگر شہد لہجے سے ٹپکتی دوٹوک تنبیہہ نے خاور کو حیران کر دیا تھا۔شاید انہیں اماں سے اس قدر دوٹوک بات کی توقع نہیں تھی۔۔۔!’’یاد رکھو جو تمہارے اپنے اور سگے ہوں گے وہ تمہارے بیوی بچوں کی بھی عزت کرنے والے ہوں گے۔باقی حاسد اور تماشائی ہیں۔

کیڑے مکوڑے اور زہریلے جانور اندر آنے لگیں تو کھڑکیاں دروازے بند کر لیا کرتے ہیں۔دیکھ پتّر میں اب بھی شاید ہمیشہ کی طرح بٹیا سے درگزر کرنے اور اپنا حق چھوڑنے کا ہی کہتی۔اُس کے لہجے میں تھکن تھی۔ ٹھنڈی بے بس سانسیں بھرتی وہ میرے سامنے رو رہی تھی۔اس سے پہلے کہ ٹھنڈی سانسیں آہ بن جائیں ان سے ڈرنا چاہیئے پتُّر عورت تو محبت کی غلام ہے کمزور ہے محبت کی ایک نظر پر قربان ہو جاتی ہے۔وہ عمر بھر محبت کی اس نظر کی حفاظت کرتی ہے پتُّر بس کھوٹ نہ ہووے۔راستوں میں سایہ دار شجر نہ ہوں تو مسافتیں لمبی ہونے لگتی ہیں اور سفر عذاب۔پیروں میں آبلے پڑنے لگتے ہیں۔پیڑاں ہنڈانیاں سوکھیاں نئیں پتُّر۔زندگی کے سفر میں ایک دوسرے کے لیئے آسانیاں پیدا کرنی چاہیئیں، یہ مسافتوں کی دُھوپ میں چھاتا بن کر چلتی ہیں۔پیڑاں بلون نال ہنجُو نکلنے دے نیں پتر مکھن نہیں۔ فتنہ،فساد،شر اور ظلم بڑھنے لگے تو فصلیں خشک ہو جایا کرتی ہیں۔رحمتوں کے مینہ برسنا بند ہو جاتے ہیں۔ظلم کا سدّباب کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔خاور بہت شرمندہ تھے۔امّاں انہیں میز کے دوسری طرف سے نظر آنے والا منظر دِکھا

رہی تھیں۔ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا امّاں خاور نے امّاں کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ میں برآمدے کے ایک طرف کھڑی رو رہی تھی۔ پرسوں جب امّاں نے میری اُتری شکل دیکھ کر پوچھا تھا کیا ہوا۔ تب میں نے ان سے کہا تھا، آپ کون سا میری سنتی ہیں۔ آپ ہمیشہ خاور کی طرف داری کرتی ہیں۔'' یہ فیصلہ تو بات سننے کے بعد ہی ہوگا، تُو بتا تو سہی، میرے شکایت کرنے اور بات سننے کہ دوران امّاں چُپ رہیں۔ چل جا کر سو جا اب، مُجھے پتہ تھا آپ کچھ نہیں کہیں گی۔ کاش ابّا ہوتے، جاتے جاتے میں نے دیکھا اُن کی گال سے ایک آنسو پھسل کر گرا۔ نیند کہاں تھی میں نے وہ ساری رات روتے اور دعائیں کرتے گزاری۔ ایک دو دفعہ شک گزرا شاید امّاں نے کمرے میں جھانکا تھا۔ پل بھر کے لئے ہوا کے جھونکے میں ان کی مہک ملی تھی۔ رات کا پچھلا پہر اور میرا اللہ۔ بہت باتیں ہوئیں۔ تو جانتا ہے میری پاک دامنی کا گواہ ہے مُجھے شر سے بچا میرے اللہ، اپنے نفس کے شر سے بچا اور لوگوں کے شر اور حسد سے، میرے تو ابّا بھی نہیں ہیں پیارے اللہ آنسو میرے مصلّے کو بھگوتے رہے۔ اور شاید امّاں کے مصلّے کو اُس سے بھی زیادہ۔ اگلے روز امّاں نے ہمیشہ کی طرح میرا سر گود میں رکھا اور کہنے لگیں۔ بیٹا تیری شکایت سنتے ہی میں نے خاور سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، تیری شکایت بجا تھی۔ مگر میں ایک رات سوچنا اور دُعا کرنا چاہتی تھی۔ اور ویسے بھی میں تجھے شہہ دیتی تو تیرا دِل خاور کی طرف سے مزید بدظن ہو جاتا۔ میں تیرے ہاتھ دلاسے کا پلو پکڑا دیتی تو تُو رات اللہ سے اس درد سے نہ مانگتی میں چاہتی تھی تُجھے اللہ سے مانگنا آ جائے تُو نے کہا تھا نا میرے تو ابّا بھی نہیں ہیں۔ کل کو میں بھی نہیں رہوں گی۔ اچھا ہے نا تیری اللہ سے دوستی پکّی ہو جائے۔ اللہ بندے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا اُس کی دِلوں پر نظر ہے۔ امّاں پھر جیت گئی تھیں۔ خود تو اللہ سے ملی ہوئی تھیں انہوں نے مُجھے بھی اللہ کے ساتھ ملا کر ہی دم لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔

مخزن اخلاق: ۶۷

قائداعظم اور پاکستان مخالف مسلم جماعتیں

یہ قائداعظم کی ولولہ انگیز اور بے مثال قیادت ہی تھی کہ مسلم لیگ نے تن تنہا غلامی کے سمندر میں پھنسی ہوئی قوم کی کشتی کو آزادی کے ساحل پر لا کھڑا کیا۔ ایک طرف مسلم لیگ نے کانگریس کی چالوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو دوسری طرف ان چند ضمیر فروش مسلم جماعتوں کی بھی سازشوں کو ناکام بنایا جو صرف پاکستان دشمنی کی وجہ سے کانگریس کی ہمدرد بنی ہوئی تھیں۔ آیئے ذرہ ان مسلم جماعتوں کی پاکستان دشمنی کا سرسری سا جائزہ لیتے ہیں۔

جمعیت علما ہند:

1919 کو بننے والی جمعیت علماء ہند پاکستان دشمنی میں اس طرح اندھی تھی کہ نظریہ پاکستان کے جواب میں گاندھی کے نظریہ وطنیت کا پرچار کرتی رہی۔ جمعیت کے رہنماؤں کی پاکستان دشمنی کی وضع مثال جمعیت کے دو اخباری جریدوں ''مدینہ بجنور'' اور ''الجمعیت دہلوی'' سے صاف ظاہر ہوتی ہے جنھوں نے متحدہ ہندوستانی نیشنلزم کی کھل کر سپورٹ کی۔ یاد رہے یہ جمعیت کے علماء ہی تھے کہ جنھوں نے پاکستان کو ناپاکستان اور پلیدستان کے القاب دیئے۔

مجلسِ احرار:

29 اکتوبر 1929ء کو بننے والی مجلس احرار کا بنیادی مقصد تو اسلامی نظام کا نفاذ تھا، مگر مجلس احرار بھی کانگریس کے قدموں سے ہی چمٹی رہی۔ مجلسِ احرار نے نظریہ پاکستان کی اس طرح سے مخالفت کی کہ اس پر جمعیت علماء ہند بھی حیران رہ گئی۔ ویسے ایک سوال تو آپ کے ذہن میں بھی آ رہا ہوگا کہ مجلس کا بنیادی مقصد تو اسلامی نظام کا نفاذ تھا مگر یہ کونسا اسلامی نظام تھا جو ہندوؤں کے ساتھ مل کر لایا جانا تھا۔۔؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ حضور یہ کوئی اسلامی نظام کا نفاذ نہیں تھا بلکہ دل میں چھپی ہوئی پاکستان دشمنی ہی تھی جو وقتاً فوقتاً زبان پر آتی رہی۔ یہ پاکستان دشمنی ہی تھی کہ مجلسِ احرار کے بانی سید عطااللہ شاہ بخاری نے قیام پاکستان کے بعد فرمایا ''پاکستان ایک بازاری رنڈی عورت ہے جسے ہم مجبوراً قبول کر رہے ہیں'' مجلس احرار کے بانی کا بیان سن کر آج بھی محب وطن پاکستانیوں کو دکھ ہوتا ہے۔

مولوی پاکستان اور قائداعظم کے خلاف گاندھی کا ساتھ دیتے تھے۔

خدائی خدمت گار کا راہنما - فراز حمید خاں

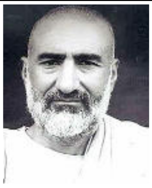

خدائی خدمتگار کے راہنما خان عبدالغفار خان تھے۔ جن کے بارے میں اتنا ہی بتانا کافی ہے کہ موصوف کے نسلیں بھی اب ملک دشمنی میں کافی مشہور ہو گئی ہیں۔ خان عبدالغفار گاندھی سے بہت متاثر تھے، خان عبدالغفار کی پاکستان اور قائداعظم دشمنی کی وجہ سے انہیں سرحدی گاندھی کے نام سے پکارہ جاتا تھا۔

خاکسار تحریک:

علامہ عنایت اللہ مشرقی کی سربراہی میں بنائی گئی خاکسار تحریک کا بھی بنیادی مقصد یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح قائداعظم اور مسلم لیگ کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں۔ خاکسار تحریک کے جریدے ''الصلاح لاہور'' نے تو نظریہ پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے قائداعظم کو دیوانہ تک کہہ دیا تھا۔ خاکسار تحریک والے آخر تک پاکستان کو ایک دیوانے کا خواب قرار دیتے رہے۔ حضور یہ ہیں ان مسلم سیاسی جماعتوں کے کرتوت کہ جنہوں نے صرف اپنے ذاتی مقاصد کہ لئے قومی مفاد کو قربان کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ مشکلات میں گھرے ہوئے قائداعظم اور مسلم لیگ کی حمایت کی جاتی مگر یہ نیک کام ان منافق جماعتوں کی قسمت میں کہاں تھا۔ المختصر یہ کہ اگر اس وقت یہ تمام مسلم سیاسی جماعتیں مسلمانوں کی خاطر مسلم لیگ اور قائداعظم کا ساتھ دیتی تو یقیناً آج پاکستان رقبے کے لحاظ سے بھی بڑا اور طاقت ور تھا، مگر پھر وہی بات کہ یہ نیک کام ان منافقوں کی قسمت میں کہاں لکھا تھا۔۔ خاکسار کے رفیق صابر نے چاقو سے قائداعظم پر حملہ بھی کیا تھا۔

مراکش اور سر ظفر اللہ خان

1952ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر مراکش کے شاہ محمد پنجم کی طرف سے بھیجے گئے تحریک آزادی کے سرگرم لیڈر احمد عبدالسلام بلفرج سیکورٹی کونسل میں جب مراکش کی آزادی کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہاں موجود فرانسیسی نمائندے نیا احمد بلفرج کو یہ کہ کر خطاب کرنے سے روک دیا کہ مراکش چونکہ فرانس کی کالونی ہے لہٰذا احمد بلفرج کو اس پلیٹ فارم سے بولنے کی اجازت نہیں۔ اجلاس میں پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ سرظفراللہ خان بھی شریک تھے، انہوں نے جب ایک مسلمان رہنما کے ساتھ فرانسیسی نمائندے کا ہتک آمیز سلوک دیکھا تو احمد بلفرج کو پاکستان کی شہریت کی پیشکش کی اور رات گئے نیویارک میں قائم پاکستانی سفارت خانہ کھلوا کر احمد بلفرج کو پاکستانی پاسپورٹ جاری کیا۔ اس طرح اگلے روز احمد بلفرج نے پاکستان چیئر سے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کر کے مراکش کی فرانس سے آزادی کے حق میں آواز بلند کی جس سے مراکش کی آزادی کی تحریک میں نئی روح پڑی اور بلاخر 19 نومبر 1956ء کو مراکش، فرانس کے تسلط سے آزاد ہوا۔ آزادی کے بعد مراکش کے بادشاہ محمد پنجم نے احمد عبدلسلام بلفرج کو مراکش کا پہلا وزیراعظم نامزد کیا۔ احمد بلفرج آج دنیا میں نہیں مگر وہ جب تک وزیراعظم کے منصب پر فائز رہے، انہوں نے اپنے دفتر میں پاکستانی پاسپورٹ کی کاپی آویزاں رکھی، وہ اپنے دفتر میں آنیوالے ہر شخص کو پاکستانی پاسپورٹ دکھاتے ہوئے بڑے فخر سے بتاتے تھے۔ (وکی پیڈیا زیر لفظ مراکش)

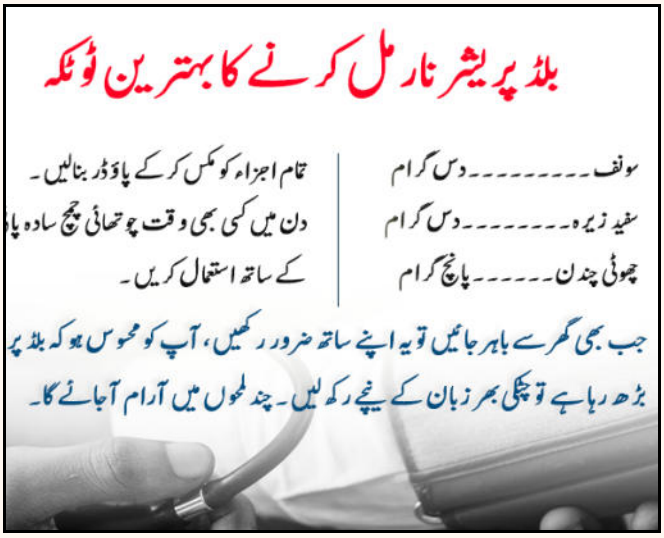

:مزاحیہ:

عمران خان 27 ستمبر کو
اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کریں گے

اس خبر کے آنے کے بعد عالمی راہنماؤں کے آج کے اخبارات میں بیانات ملاحظہ ہوں۔

میں صرف عمران خان کا خطاب سننے کیلئے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کروں گا۔(ٹرمپ)

*- عمران خان کا خطاب سننا میرے لئے ایک اعزاز ہوگا۔ (سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ)

*-ہمیں دور عمر کے بعد اگر کسی مسلمان حاکم سے خطرہ محسوس ہونا شروع ہوا ہے تو وہ عمران خان ہے۔ (اسرائیلی وزیر اعظم)

*-عمران خان کی حیثیت امت کے لیڈر کی سی ہے، اس کا خطاب ملائشیا میں براہ راست نشر کیا جائے گا۔ (مہاتیر محمد)

*-میرے بس میں ہوتو میں اپنے حصے کا وقت بھی عمران خان کو دے دوں۔ (طیب اردگان)

*-عمران خان کا خطاب نہ صرف جیو پولیٹیکل حوالے سے اہم ہوگا، بلکہ اس میں انگریزی کے اعتبار سے بھی ہمارے لئے سیکھنے کو بہت کچھ ہوگا۔ (برطانوی وزیر اعظم)

*- میں جنرل اسمبلی صرف اس لئے جا آؤں گا تا کہ عمران خان کے ساتھ سیلفی لے سکوں۔ (فرانسیسی صدر)

*-عمران خان کا خطاب ہماری موت ہوگا۔ (نریندر مودی)

*- اگر عمران خان کی تقریر دس گھنٹے تک مسلسل بھی جاری رہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ (جرمن چانسلر)

*- عمران خان کی تقریر بطور خلیفہ اُمت کی تقریر سننے جائیں گے۔ (سعودی ولی عہد)

*- عمران خان کی تقریر کی وجہ سے ہم نے ملک میں عام تعطیل کا اعلان کر دیا (کینیڈا وزیر اعظم)

*- عمران خان کی تقریر ہمارے لئے انٹرنیشنل پالیٹکس سیکھنے کا واحد اور مؤثر ذریعہ ہوگی۔ (صدر شمالی کوریا)

*-شکر ہے کہ میری تقریر عمران خان سے قبل ہے ورنہ اس کے بعد تو مجھے کوئی بھی نہ سنتا۔ (آسٹریلوی وزیر اعظم)

:مزاحیہ:

متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کا ذہنی پیغام پاکستانی قوم کے نام۔

ہم نے تمہارا ٹھیکہ لیا ہوا ہے کیا؟ بھیک منگو، فقیرو، چولی چکّو۔ کھاتے بھی ہمارا ہو گالیاں بھی ہمیں دیتے ہو، مودی کو ہم نے ایوارڈ دیا ہماری مرضی، ہمارا ان سے ڈیڑھ سو ارب ڈالر کا سالانہ بزنس ہے، ہماری مرضی مودی کو ایوارڈ دیں یا بال ٹھاکرے کو۔ رہا کشمیر تو وہ تمہاری شہ رگ ہے، 71 سالوں سے یہ چورن تم بیچ رہے ہو۔ دنیا کی نمبر ون فوج تمہاری ہے۔ نمبر ون ایجنسی تمہاری ہے۔ بہترین اسلحہ بارود و میزائل تمہارے پاس ہیں۔ ایٹمی طاقت تم ہو۔ 22 کروڑ عوام تمہاری ہے۔ بہترین نہ جھکنے والی نہ بکنے والی سیاسی قیادت تمہارے پاس ہے۔

تمہارے وزیر اعظم کی پوری دنیا فین ہے۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت کی ٹھیکیداری تم دکھاتے ہو۔ اگر اپنا ذاتی ایک مسئلہ خود حل نہیں کر سکتے تو ایویں رولا پانا بند کرو۔ اور اگر واقعی سچی مچی غیرت جاگ گئی ہے تو یہ جو تمہارے 13 لاکھ پاکستانی یہاں کام کر رہے ہیں انہیں ہی واپس بلالو۔ (اتّی دیوائے کوئی مذاق اے) اپنی ذاتی شہ رگ کے لیے تم خود تو بس ٹویٹر پر جنگ لڑ رہے ہو۔ بس سوکھے بیان دیکر، سوکھی ریلیاں نکال کر ساری دنیا سے مانگی ہوئی مفت کی روٹیاں کھا کر۔ بس فیسبک پر ڈیپیا ں تبدیل کر رہے ہو۔ اور ہم سے مطالبہ ہے کہ اس مودی سے سفارتی و مالی معاملات منقطع کر دیں جواب بھی تمہاری ہی فضائی حدود استعمال کر رہا ہے۔ بے شرمو! بس کر دو یہ اُمت کے نام پر عوام کو پاگل بنانا۔ اور غیرت کروا پنے مسائل خود حل کرو۔ کب تک اپنی نااہلیاں دوسروں پر ڈالو گے؟...

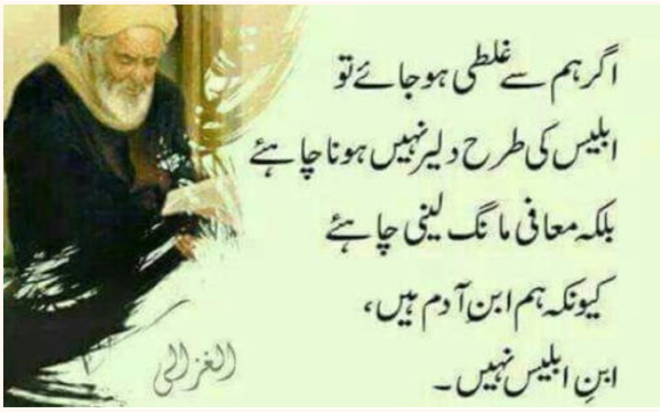

بغل میں چھری اور منہ میں رام رام

متحدہ عرب امارات (UAE) نے مودی کو کشمیر میں مسلمانوں کا خون کرنے کے اعزاز میں امارات کا اعلیٰ ترین سول ایوارڈ ''آرڈر آف زید'' دینے کا اعلان کیا ہے۔ مودی 23 آگست کو Dubai جا کر ایک مسلمان ملک کے امیر کے ہاتھوں یہ ایوارڈ وصول کر کے اُمت مسلمہ کے منہ پر تھوکیں گے۔ اگر آپ کو اب بھی شک ہے کہ امارات اسرائیل کا مقامی ہیڈ کوارٹر نہیں تو یقین کریں آپ جاہل ہیں۔ یاد کریں دو ماہ پہلے میں نے واضح طور پر بتایا تھا کہ امارات کو اسرائیل نے معاشی پیکیج آفر کر کے خرید لیا ہے بدلے میں اماراتی شیخ خطے میں امریکہ، اسرائیل اور بھارتی مفادات کے لیے کام کرے گا۔ اب کشمیر کی صورتحال سامنے ہونے کے باوجود اس دوران امارات کا مودی کو سب سے بڑا سول ایوارڈ دینے کا اعلان اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ یہ اُمت مسلمہ میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش ہے۔ اس کی رسیاں یہود و نصاریٰ کھینچ رہے ہیں لیکن استعمال مسلمان ممالک کو کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے اس سے پہلے سعودی عرب کی سرکاری کمپنی Aramco بھی بھارتی سرکاری کمپنی Reliance کے 20 فیصد شیئرز خریدنے کا اعلان کر چکی ہے جبکہ 40 ارب ڈالرز سے زائد کا ریفائنری پلانٹ بھی بھارت میں لگایا جا رہا ہے۔ ایک طرف پاکستان بھارت کی اِسلام دُشمنی دنیا کو دکھا رہا ہے تو دوسری طرف ہمارے اپنے مسلمان ممالک ہی بھارت کی مدد کو لپک رہے ہیں۔ بابا اقبال نے ایسے ہی منافقوں کے بارے میں فرمایا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنو
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

لا اِکراہ فی الدین

بس ڈرائیور اور مولوی! ایک بس میں ہر فرقے اور مذہب کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں ڈرائیور چند ٹکوں کی خاطر ان سب کو نہایت اطمینان سے ہنستے کھیلتے ان کی اچھائیوں برائیوں سمیت ان کی منزل تک پہنچا دیتا ہے کیا ہم لوگ اللہ کی خاطر ہر قسم کے لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی منزل تک نہیں پہنچا سکتے؟ فیصلے اللہ پاک نے کرنے ہیں، یہ اس کا ڈومین بھی ہے اور فرض بھی، اپنے اس اختیار میں اللہ پاک رسولوں کو بھی مداخلت نہیں کرنے دیتا،، اگر اللہ چاہتا تو اس زمین پر بسنے والے سارے لوگ اجتماعی طور پر مومن بن جاتے،، جب اللہ نے جبر کر کے ان کو مومن نہیں بنایا بلکہ کفر یا ایمان اختیار کرنے کا حق دیا ہے اور اس حق کو استعمال کرنے کے لئے وقت اور مواقع عطا کیئے

تو کیا آپ ﷺ لوگوں کو جبر و اکراہ سے مومن بناؤ گے؟

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (یونس 99)

کتنی بد قسمتی ہے کہ ایک سینما میں صرف فلم دیکھنے کا مقصد لے کر ہر مذہب اور مسلک، ہر نسل اور کردار کے لوگ تین گھنٹے کتنے سکون کے ساتھ کندھے کے ساتھ ملا کر بیٹھے ہوتے ہیں،، بعض تو سگریٹ پینے اور گٹکا کھانے والے بھی جگالی کر رہے ہوتے ہیں،، مگر سینما والا سب کو مینیج کرتا ہے جبکہ حشر میں رب کو دیکھنے کا مقصد رکھنے والے ایک مسجد کی چھت کے نیچے اکٹھے نہیں بیٹھ سکتے۔ فلاں داخل نہ ہو، فلاں کا داخلہ منع ہے وغیرہ وغیرہ،، سینما والے کی کارکردگی بتاتی ہے کہ مولوی کی بجائے اس کو ملک کا حکمران بنانا چاہئے کیونکہ ملک میں ہر مذہب اور مسلک والے پائے جاتے ہیں ان کو وہی سنبھال سکتا ہے، مولوی جو ایک مسجد میں صرف مسلمانوں کو برداشت نہیں کر سکتا، ملک اس کو دے کر مسجد والا حشر کرانا ہے، ملک میں تو سب کو ساتھ لے کر چلنے والی برداشت درکار ہے، مسجد والی داداگیری نہیں۔

دو گدھ

اس تصویر کو کون بھول سکتا ہے؟ اس تصویر سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ ایک گدھ ایک بھوکی اور قریب المرگ بچی کے مرنے کا انتظار کر رہا ہے تا کہ اسے نوچ کر کھا سکے۔ یہ تصویر ایک ساؤتھ افریقی فوٹو جرنلسٹ Kevin Carter نے 1993 میں سوڈان میں قحط کے دوران کھینچی تھی۔ یہ تصویر دنیا میں اتنی مشہور ہوگئی کہ انہیں اس تصویر کی وجہ سے Pulitzer Prize سے نوازا گیا۔ لیکن کارٹر زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکا اور اپنے اس اعزاز کا لطف زیادہ دنوں تک نہیں اُٹھا سکا کیونکہ ڈپریشن کا شکار ہو کر اس نے خودکشی کر لی۔ ایسا کیوں ہوا؟ دراصل جب وہ اس ایوارڈ کے پانے کا جشن منا رہا تھا تو ساری دنیا کے میڈیا چینلز پر اس کا ذکر ہو رہا تھا اور اس کی شہرت بام عروج پر پہنچ گئی تھی۔ تبھی وہ واقعہ ہوا جس کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہو کر کارٹر نے خودکشی کر لی۔ ہوا یوں کہ ایک انٹرویو کے دوران کسی نے کارٹر سے پوچھ لیا کہ آپ نے تصویر تو بہت زبردست لی لیکن یہ بتائیں کہ اس بچی کا

کیا ہوا؟ کارٹر یہ سوال سن کر مبہوت رہ گیا پھر اس نے سنبھل کر جواب دیا کہ یہ دیکھنے کے لئے وہ رُک نہیں سکا کیونکہ اسے فلائیٹ پکڑنی تھی۔ یہ جواب سن کر سوال پوچھنے والے نے کہا کہ اس دن وہاں دو گدھ تھے، جن میں سے ایک کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔ 2019 .اس واقعہ نے کارٹر پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ ڈپریشن میں چلا گیا اور آخر کار خودکشی کر لی۔ کسی بھی کام میں سب سے پہلے انسانیت کو مقدم رکھنا چاہیے۔ کارٹر آج زندہ ہوتے اگر وہ بھوک کی شکار اس بچی کو یونائٹڈ نیشن کے فیڈنگ سنٹر تک پہنچا دیتے جہاں وہ بچی پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیا ہم بھی گدھ بن چکے ہیں آجکل ہم بھی ہاتھوں میں کیمرے والے موبائل لے کر ہر وقت کسی ایسے ہی واقعے کی تلاش میں رہتے ہیں اور جوں ہی ہمیں ایسا کچھ نظر آتا ہے تو فوراً اپنے کیمرے میں محفوظ کر کے ریٹنگ اور لائک کمنٹس کے چکر میں سوشل میڈیا پے وائرل کر دیتے ہیں آج کل کے لوگ جب حادثے کو دیکھتے ہیں تو فوراً ان کا ہاتھ اپنے موبائل پر جاتا ہے۔ وہ فون سے کسی ایمبولنس وغیرہ کی مدد نہیں طلب کرتے بلکہ زخموں سے کراہتے فرد کی تصویر یا ویڈیو بنانے لگتے ہیں تاکہ اسے فیس بک یا واٹس ایپ کے ذریعہ ساری دُنیا میں پھیلا سکیں۔

عربی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ
قتلت یوم قتل الثور الابیض

(میں تو اسی دن قتل ہو گیا تھا جس دن سفید بیل قتل ہوا تھا)

اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی جنگل میں دو بیل رہتے تھے ایک لال اور ایک سفید جن کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ ایک ساتھ گھومنا پھرنا اور چرنے کیلئے بھی ایک ساتھ آنا جانا۔ ان کی اس مثالی دوستی کی وجہ سے اس جنگل کا شیر ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس نے جب کبھی ان میں سے کسی ایک پر حملہ کیا تو دونوں نے مل کر اس کی وہ درگت بنائی کہ شیر کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے۔ شیر نے ایک چال چلی لال بیل سے چکنی چپڑی باتیں کر کے اور روشن مستقبل کے سہانے سپنے دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ لال بیل اس کی باتوں میں آ گیا کہ بیل کی دوستی کے مقابلے میں شیر کی دوستی زیادہ محفوظ نظر آ رہی تھی۔ لال بیل جب شیر سے مل گیا اور سفید بیل اکیلا رہ گیا تو چند دنوں کے بعد شیر نے اس کے شکار کا پروگرام بنایا اور اس پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو دونوں مل کر شیر کو بھگا دیا کرتے تھے مگر اب اکیلے بیل کیلئے شیر کا مقابلہ مشکل ہو گیا۔ سفید بیل نے اپنے ساتھی بیل کو بہت پکارا بہت آوازیں دیں۔ پرانی دوستی کے واسطے دئے اور بیل ہونے کے ناطے بھائی چارے کا احساس دلایا مگر شیر کی دوستی کے نشے سے سرشار لال بیل ٹس سے مس نہ ہوا اور اپنی برادری کے ایک فرد کو شیر کے ہاتھوں چیر پھاڑ کا شکار ہوتا دیکھتا رہا۔ وہ آج بہت خوش اور مطمئن تھا کہ شکر ہے میں اس کے ساتھ نہیں تھا ورنہ آج میرا کام بھی اس کے ساتھ ہی تمام ہو جاتا۔ تھوڑے دن گذرے کہ شیر نے اسے بھی شکار کرنے کا پروگرام بنا لیا جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو لال بیل نے زور سے ڈکارتے ہوئے جنگل کے باشندوں کو یہ پیغام دیا کہ...(میں تو اسی دن قتل ہو گیا تھا جس دن سفید بیل قتل ہوا تھا) اُمت مسلمہ بھی آج کل اسی حالت کا شکار ہے۔ سب شیر کی دوستی پر خوش اور مطمئن ہیں اور یہ یقین کئے بیٹھے ہیں کہ باقیوں کی باری تو لگ رہی ہے مگر ہماری باری نہیں لگے گی۔ کیونکہ ہم تو جنگل کے بادشاہ کے دوست اور مقرب ہیں۔ ان احمقوں کو یہ سادہ سی حقیقت سمجھ نہیں آ رہی کہ شکاری اور شکار کے درمیان دوستی جیسا غیر فطری رشتہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم نے باری باری افغانستان۔ عراق۔ فلسطین۔ شام۔ بوسنیا۔ چیچنیا۔ کشمیر۔ برما اور صومالیہ میں مسلمانوں کے خون میں لت پت لاشوں کو تڑپتے دیکھا۔ حلب اور ادلب پر کیمیکل بموں کے حملے دیکھے۔ فلسطینی مسلمانوں کے جنازوں پر بمباریاں دیکھیں۔ عراق میں مسلمانوں کو قتل کرنے کے نئے سے نئے حربے دیکھے۔ برمی مسلمانوں کو زندہ جلانے اور ان کے جسمانی اعضاء کو کاٹ کاٹ کر پھینکتے دیکھا۔ افغانستان پر کارپٹ بمباری سے لیکر۔ بموں کی ماں۔ کا حملہ دیکھا مگر اس خوشی میں چپ سادھے اطمینان سے بیٹھے ہیں کہ ان سب کی باری تو لگی ہے مگر ہماری نہیں لگے گی۔ ذرا غور کیجیے بھائی کہ کہیں ہم سب بھی لال بیل تو نہیں بن گئے ہیں...!!!۔ اللہ نہ کرے کہ ہم پر پچھتاوے کی وہ گھڑی آ جائے جب ہم بھی بے ساختہ یہ کہنے پر۔ مجبور ہو جائیں کہ **قتلت یوم قتل الثور الابیض**۔ مومنوں متحد ہو جاؤ۔

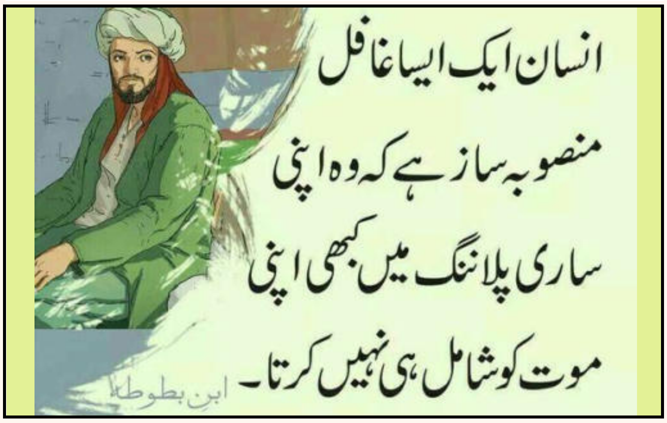

اُردو کی قدر کیجیے ، پدری زبان

جوش ملیح آبادی

ذرا غور کیجیے...ایک بار، پاکستان سے رُخصت لے کر، میں جب دہلی میں پنڈت جواہرلال نہرو سے ملا، تو انھوں نے بڑے طنز کے ساتھ مجھ سے کہا تھا کہ جوش صاحب! پاکستان کو اسلام، اسلامی کلچر، اور اسلامی زبان، یعنی اردو کے تحفظ کے واسطے بنایا گیا تھا۔ لیکن ابھی کچھ دن ہوئے کہ میں پاکستان گیا اور وہاں یہ دیکھا کہ میں تو شیروانی اور پاجامہ پہنے ہوئے ہوں، لیکن وہاں کی گورنمنٹ کے تمام افسر، سو فیصد انگریزوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ مجھ سے انگریزی بولی جا رہی ہے اور انتہا یہ ہے کہ مجھے انگریزی میں ایڈریس (خطاب) بھی دیا جا رہا ہے۔ مجھے اس صورتِ حال سے بے حد صدمہ ہوا، اور میں سمجھ گیا کہ اردو، اردو، اردو، کے جو نعرے ہندوستان میں لگائے گئے تھے، وہ سارے اوپری دل سے اور کھوکھلے تھے۔ اور ایڈریس کے بعد جب میں کھڑا ہوا تو میں نے اس کا اردو میں جواب دے کر سب کو حیران و پشیمان کر دیا اور یہ بات ثابت کر دی کہ مجھ کو اردو سے ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ محبت ہے۔۔۔ اور جوش صاحب معاف کیجیے، آپ نے جس اُردو کے واسطے اپنے وطن کو تج دیا ہے، اس اُردو کو پاکستان میں کوئی منہ نہیں لگا تا۔۔۔ اور جایئے پاکستان۔۔۔ میں نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ ان سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن ان کی باتیں سن کر مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا۔ میں نے پاکستان کے ایک بڑے شاندار منسٹر صاحب کو جب اُردو میں خط لکھا، اور ان صاحب بہادر نے انگریزی میں جواب مرحمت فرمایا تو میں نے جواب الجواب میں یہ لکھا تھا کہ جنابِ والا! میں نے تو آپ کو اپنی مادری زبان میں خط لکھا لیکن آپ نے اس کا جواب اپنی پدری زبان میں تحریر فرمایا ہے۔

طالب علم ضرور پڑھیں

بادشاہ نے ایک درویش سے کہا۔ ''مانگو کیا مانگتے ہو؟ درویش نے اپنا کشکول آگے کر دیا اور عاجزی سے بولا۔ ''حضور! صرف میرا کشکول بھر دیں۔ بادشاہ نے فوراً اپنے گلے کے ہار اتارے انگوٹھیاں اُتارے جیب سے سونے چاندی کی اشرفیاں نکالیں اور درویش کے کشکول میں ڈال دیں لیکن کشکول بڑا تھا اور مال و متاع کم۔ لہٰذا اس نے فوراً خزانے کے انچارج کو بلایا... انچارج ہیرے جواہرات کی بوری لے کر حاضر ہوا' بادشاہ نے پوری بوری الٹ دی لیکن جوں جوں جواہرات کشکول میں گرتے گئے کشکول بڑا ہوتا گیا۔۔ یہاں تک کہ تمام جواہرات غائب ہو گئے۔ بادشاہ کو بے عزتی کا احساس ہوا اس نے خزانے کے منہ کھول دیئے لیکن کشکول بھرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ خزانے کے بعد وزراء کی باری آئی۔ اس کے بعد درباریوں اور تجوریوں کی باری آئی' لیکن کشکول خالی کا خالی رہا۔ ایک ایک کر کے سارا شہر خالی ہو گیا لیکن کشکول خالی رہا۔ آخر بادشاہ ہار گیا درویش جیت گیا۔ درویش نے کشکول بادشاہ کے سامنے الٹایا' مسکرایا' سلام کیا اور واپس مڑ گیا۔ بادشاہ درویش کے پیچھے بھاگا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔۔

''حضور! مجھے صرف اتنا بتا دیں یہ کشکول کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ درویش مسکرایا اور کہا۔۔'اے نادان! یہ خواہشات سے بنا ہوا کشکول ہے' جسے صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے!

***

عبدالسلام اسلام

حالاتِ زمانہ حال

لُٹیروں کی چھوڑو کہ وہ ہیں لٹیرے
ہمیں پاسبانوں سے ڈر لگ رہا ہے
قفس تو قفس ہے مگر فی زمانہ
ارے آشیانوں سے ڈر لگ رہا ہے
پڑھیں گے بھلا کس طرح وہ نمازیں
کہ جن کو اذانوں سے ڈر لگ رہا ہے
علامت ہیں خطرے کی صیاد و گل چیں
یہ کیوں باغبانوں سے ڈر لگ رہا ہے
سُنیں واعظوں کے بھلا واعظ کیونکر؟
کہ جنگی ترانوں سے سے ڈر لگ رہا ہے
پکاریں کسے اور جائیں کدھر ہم؟
مکینوں مکانوں سے ڈر لگ رہا ہے
ہمیں امتحاں ہیں ترقی کا زینہ
اُنہیں امتحانوں سے ڈر لگ رہا ہے
ہیں سہہ سکتے ہم وار تیغ و تبر کے
پہ اُن کی زبانوں سے ڈر لگ رہا ہے
کہاں آج محفوظ ہیں سجدہ گاہیں؟
تیرے آستانوں سے ڈر لگ رہا ہے
وہ کہہ اُٹھے دستِ دعا دیکھتے ہی
کہ اِن ناتوانوں سے ڈر لگ رہا ہے
فسانے ہیں اسلامؔ پُر درد تیرے

اصل حقائق جو اخبارات کی زینت نہیں بنائے جاتے

طاہر محمود

چند دن قبل میرے ایک جاننے والے کا ٹچ موبائل سواریوں والی گاڑی میں رہ گیا۔ انہوں نے کسی سے موبائل لے کر اپنے نمبر پر کال کی تو ڈرائیور نے کال ریسیو کی اور موبائل ایک دکان پر رکھوا دیا۔ انہوں نے جا کر وہاں سے لے لیا۔ میرا اپنا موبائل ایک دفعہ گم ہو گیا تھا۔ دوسرے نمبر سے کال کی تو ایک بندے نے کال ریسیو کی اور جگہ بتائی۔ وہاں جا کر ان سے موبائل وصول کر لیا۔* تقریباً بیس سال پہلے کی بات ہے کہ بارہ تیرہ سال کے تین بچوں کو کھیلتے ہوئے ایک انگوٹھی ملی۔ گھر جا کر دکھائی تو پتہ چلا کہ سونے کی اور اچھی بھلی قیمت کی ہے۔ والدین نے آس پاس کے گھروں میں بات کی تو مالک کا پتہ چل گیا۔ اسے انگوٹھی لوٹا دی۔ (وہ بچے میں اور میرے دو کزن تھے۔ تیرہ سال قبل کی بات ہے کہ میرا کمپیوٹر کا کچھ سامان رکشے میں رہ گیا۔ رکشے والے کو گھر نہ مل سکا تو اس نے وہ سامان اس دکان پر پہنچا دیا جس دکان سے میں نے کمپیوٹر اور سامان رکشے پر رکھا تھا۔ پچھلے سال میں کالج کے طلباء کے ساتھ ٹور پر اسلام آباد گیا۔ وہاں ایک مسجد میں نماز پڑھی تو ہمارے ایک ساتھی کی تقریباً چالیس ہزار کی قیمتی گھڑی وضو کرتے ہوئے وہاں رہ گئی۔ کافی وقت کے بعد اسے یاد آیا۔ ہم فوراً واپس گئے۔ ادھر کسی نے گھڑی اُٹھا کر امام صاحب کو دے دی تھی۔ امام صاحب نے ہم سے نشانی پوچھ کر گھڑی ہمارے حوالے کر دی۔ ایک دفعہ میرا لیپ ٹاپ والا بیگ ایک دکان پر رہ گیا۔ تقریباً پچپن ہزار کا لیپ ٹاپ تھا۔ میں واپس گیا تو دکاندار نے بیگ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ میں ایک دفعہ صبح اپنی گاڑی مکینک کے پاس چھوڑ آیا۔ جب دوپہر جو گاڑی واپس لینے گیا تو اس نے صرف تین سو روپے مانگے۔ حالانکہ کام کی نوعیت دیکھتے ہوئے میرا اندازہ تھا کہ کم از کم تین چار ہزار کا بل بنے گا۔ جب میں نے حیرانگی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ معمولی سا نقص تھا اور صبح ہی تھوڑی دیر میں دور ہو گیا تھا۔ میں اس کی امانتداری سے بڑا متاثر ہوا کہ اگر وہ چاہتا تو دھوکہ دے کر تین چار ہزار روپے لے سکتا تھا۔ رات گیارہ بجے کے لگ بھگ بائیک اور ڈمپر آمنے سامنے ٹکرا گئے۔ بائیک والا شدید زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے فوراً اٹھایا اور ہسپتال لے گئے۔ بندے کی جان بچ گئی۔ ڈاکٹرز نے بتایا کہ اگر مریض کو لانے میں مزید کچھ دیر ہو جاتی اور خون مزید نکل جاتا تو مریض نہ بچ پاتا۔ یہ لورہ چوک ہری پور کا واقعہ ہے۔ دو بائیکس آمنے سامنے ٹکرا گئیں اور چار بندے شدید زخمی ہو گئے۔ لوگ انہیں فوراً اٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ ان پر پاس سے خرچہ بھی کیا اور خون کی ضرورت پڑی تو خون بھی دیا۔ چاروں کی جان بچ گئی۔ ایک بندہ حادثے میں شدید زخمی ہو گیا۔ لوگ اٹھا کر ہسپتال لے گئے مگر انہوں نے دیکھنے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ اسے دوسرے شہر ایبٹ آباد لے گئے۔ پاس سے اچھا بھلا خرچہ بھی کیا، کافی سارا وقت بھی دیا اور اپنا خون تک دیا۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی زخمی کو نہیں جانتا تھا۔ آخری رمضان کی بات ہے۔ گلگت سے اسلام آباد جاتی ہوئی کار کا سرائے صالح ہری پور میں حادثہ ہو گیا۔ گاڑی بالکل ٹوٹ گئی مگر اللہ نے سواریوں کو بچا لیا۔ مقامی سات آٹھ افراد اس وقت تک ان کی مدد میں لگے رہے۔

جب تک ان کے سارے معاملات حل نہیں ہو گئے۔ میرے ایک جاننے والے کا اپنی غلطی سے حادثہ ہو گیا۔ دو دن بعد ہوش آیا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ آپ کو کچھ لوگ بروقت ہسپتال لے آئے تھے اور آپ کے علاج کے لیے بیس ہزار روپے بھی دے گئے۔ میرے جاننے والے کی بعد میں اپنے ان محسنوں سے کبھی بھی ملاقات تک نہیں ہوئی۔ بائیک گاڑی سے ٹکرا گئی۔ گاڑی والے کی کوئی غلطی بھی نہیں تھی مگر اس نے اپنی قیمتی گاڑی ادھر ہی چھوڑی اور بائیک والے کو دوسری گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گیا۔ زخمی بہت سیریس تھا۔ مگر بروقت طبی امداد ملنے سے اس کی جان بچ گئی۔ اسے تقریباً دس دن بعد ہوش آیا۔ اس دوران گاڑی والے بندے مسلسل اس کے ساتھ رہے اور اس کا لاکھوں روپے کا خرچہ بھی برداشت کیا۔ حالانکہ ان بیچاروں کی کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں تھی اور نہ ہی کسی نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ انہوں نے یہ سب محض انسانی ہمدردی سے کیا۔ یقین مانیں کہ یہ ان ہزاروں میں سے صرف چند واقعات ہیں جن سے میں خود ذاتی طور پر واقف ہوں۔ ایسے سینکڑوں واقعات پاکستان میں روزانہ رونما ہوتے ہیں مگر ان کو کبھی بھی نمایاں نہیں کیا جاتا۔ ان کی کوئی کوریج بھی نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارا میڈیا

صرف منفی کو دیکھنے، سننے اور بولنے کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ ہمیں مثبت میں بھی منفی نظر آنے لگتا ہے۔ ہمارے میڈیا نے پاکستان کی عوام کے صرف منفی پہلو دکھا دکھا کر لوگوں کے دل و دماغ میں منفیت بھر دی ہے، لہذا اہم ہر چیز کو اسی منفیت کی عینک سے دیکھتے ہیں اور دنیا بھی یہی سمجھتی ہے کہ یہ ہر خوبی سے محروم قوم ہے حالانکہ جتنا دوسروں کی مدد کا جذبہ اس قوم میں ہے شاید ہی کسی دوسری قوم میں ہو۔بس انہیں شعور دلانے، حوصلہ افزائی کرنے اور صحیح رخ پر چلانے کی ضرورت ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ بعض اوقات اس کے برعکس واقعات بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں مگر میں ان کا ذکر نہیں کر رہا۔ کیونکہ ان کا دن رات اور ہر وقت ذکر کرنے کے لیے ہمارا میڈیا اور دیگر بہت سارے حضرات پہلے سے ہی موجود ہیں۔

بڑھاپا..

*- بڑھاپا پوچھ کر نہیں آتا اور نہ ہی دھکے دینے سے جاتا ہے۔

یہ مشرق میں مرض اور مغرب میں زندگی انجوائے کرنے کا اصل وقت سمجھا جاتا ہے۔

*- بڑھاپے میں دانت جانے لگتے ہیں اور دانائی آنے لگتی ہے۔

*- اولاد اور اعضاء جواب دینے لگتے ہیں۔

*- بیوی اور یادداشت کا ساتھ کم ہونے لگتا ہے

*- بڑھاپا آتا ہے تو مرتے دم تک ساتھ نبھاتا ہے۔

*- انسان دو چیزیں مشکل سے قبول کرتا ہے، اپنا جرم اور اپنا بڑھاپا۔

*- ہمارا بچپن دوسروں کی دلجوئی اور خوشی کے لئے ہوتا ہے۔جوانی صرف اپنے لئے ہوتی ہے اور بڑھاپا ڈاکٹروں کے لئے۔

*- جب بار بار اللہ، ڈاکٹر اور بیوی یاد آنے لگے تو سمجھ لیں آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔

*- بڑھاپے کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ بے ضرر ہوتے جا رہے ہیں۔اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

*- جب بچے آپ کو نانا، دادا کہہ کر اور حسین لڑکیاں انکل کہہ کر پکارنے لگیں تو تردد سے کام نہ لیں۔

*- تنہائی پاتے ہی غم بھلانے کے لئے سیٹی بجائیں، کیونکہ آپ سیٹی ہی کے قابل رہ گئے ہیں۔

*- بڑھاپے میں اگر اولاد آپ کی خدمت کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی تربیت اور اپنی لائف انشورنس پر پورا دھیان دیا ہے۔

*- مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔یہ ایک نہیں ہزاروں بوڑھوں کا قول ہے۔

*- بوڑھا ہونا الگ چیز ہے۔بوڑھا دکھائی دینا الگ۔

*- ہر بوڑھے میں ایک بچہ اور جوان چھپا ہوتا ہے۔

*- بوڑھا ہونا آسان کام نہیں، اس کے لئے برسوں کی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

*- دنیا نہ چل پاتی اگر بوڑھے ہونے کا رواج نہ ہوتا۔

*- بڑھاپے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بوڑھے کو دیکھ کر سب سیٹ چھوڑ دیتے ہیں...سوائے سیاست دان کے۔

*- اچھا خاندان اور اچھی حکومت ہمیشہ اپنے بوڑھوں کا خیال رکھتی ہے۔

*- بوڑھے نہ ہوتے تو چشموں اور دانتوں کا دھندا بالکل مندا ہوتا۔

*- بوڑھوں کو بندی اور خاندانی منصوبہ بندی دونوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔مگر نیت اور نظر پھر بھی خراب رہتی ہے۔

*- عورتیں بوڑھی تو ہوتی ہیں...مگر ان کی عمر اکثر جوانی والی ہی رہتی ہے۔

*- مغربی عورت اپنی عمر چھپاتی ہے نہ جسم... پاکستان میں جو عورت اپنی عمر پینتیس سال بتاتی ہے...وہ پچاس سال کی دکھائی دیتی ہے۔

*- دنیا میں سب سے آسان کام نانا، نانی یا دادا، دادی بننا ہے...اس میں آپ کو کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی... جو کچھ کرنا ہو، آپ کے بچوں کو کرنا پڑتا ہے۔

*- انسان کو زندگی میں دو بار رشتوں کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے، بیوی کے آنے کے بعد یا پھر بڑھاپا آنے کے بعد۔

*- ہر بچے کے اندر ایک بوڑھا چھپا ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ عمر لمبی پائے۔

*- کیا باکمال دور ہے یہ آغازِ بڑھاپا بھی...بچپن میں ہم ٹیسٹ دیا کرتے یا ٹیسٹ دیکھا کرتے تھے...اب ڈاکٹر ہمارے لئے ٹیسٹ لکھ رہا ہے۔

ہر عمر رسیدہ کیلئے یہی پیغام ہے کہ دنیا سے انجوائے کر قبل اس کے کہ دنیا تم سے انجوائے کرے۔

***

پاک کلچرل سوسائٹی لندن کی جانب سے پاکستان کی یوم آزادی کا رنگا رنگ پروگرام

کم سن بچوں نے علاقائی لباس میں علاقائی گیت اور ناچ پیش کئے

رپورٹ۔فوٹو امجد مرزا امجد-

لندن کی معروف گلوکارہ روشن آرامنی اور سید ضمیر جاوید نے اپنی آواز کا جادو جگایا

سابقہ بارہ برسوں سے لندن کی معروف تنظیم ''پاک کلچرل سوسائٹی'' نے ہر سال کی طرح اس سال بھی ۱۴ اگست یوم آزادی کو بڑے دھوم دھام اور بڑے منظم طریقے سے منایا، ۱۷ اگست ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ کو ۳ بجے سے ۷ بجے تک نہایت بھرپور دلچسپ پروگرام کا انعقاد کیا۔ ایشین سینٹر کا ہال مرد و خواتین اور بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ اسٹیج کو ہمیشہ کی مانند پاکستان اور برطانیہ کے پرچم سے ایک جانب قائداعظم محمد علی جناح اور دوسری جانب علامہ محمد اقبال کی تصاویر آویزاں تھیں۔ پروگرام کی ابتداء ایک کم سن بچے کی تلاوت قرآن پاک سے کی گئی۔ جب کہ نعت کے پھول معروف نعت خواہاں محترمہ مسز اعجاز شوکت خان نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں پیش کئے۔ سدرا بھٹی نے نظامت کے فرائض بڑے ہی احسن طریقے سے کی۔ تنظیم کے روح رواں، بانی و صدر جناب ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، پروگرام میں شرکت کرنے

والے تمام بچوں اوران کے والدین کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے سابقہ تین چار ماہ سے آج کے پروگرام کے لئے محنت کی اوروقت دیا۔انہوں نے کشمیر کے حالات پر بھی افسوس اور دلی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے ظالمانہ برتاؤ،سینکڑوں معصوم بچوں جوانوں کے قتل اورخواتین کی بے حرمتی کی سخت مذمت کی۔اوراپنی نیک خواہشات کا اظہار دعا کے ساتھ کیا کہ ایک دن ان شہیدوں کا خون رنگ لائے گا اورانشاءاللہ کشمیر آزاد ہوگا۔اس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا جس میں مندرجہ ذیل بچوں نے مختلف قسم کے نہایت دلچسپ پروگرام،ناچ پیش کئے۔اور ہال بار بار تالیوں سے گونجتا رہا۔عبداللہ،عابد،اقصیٰ،عمیرا، آذان،عشال،مہک،ریحان،سمسان،ضیاء،عبیر، عائزہ،عشال،ابراھیم،مراد،صالح،عثمان،ضیاء،عائزہ،الیزا اوراماں۔آخر میں ان تمام بچوں کی خوبصورت پیس کش پر معزز مہمانان گرامی نے انعامات میں خوبصورت شیلڈ دی گئیں۔بچوں کو شیلڈ دینے میں والتھم فاریسٹ کے میئر کونسلر کرس روبنس،ایم پی محترمہ سٹیلا کریسی،سابقہ میئر مسعود احمد،سابقہ میئرس محترمہ مہر خان،ڈاکٹر شوکت نواز خان،راجہ محمد الیاس،زیدیو خان،عماد مرز،ولایت کھوکھر،اور ہارون خان شامل تھے۔والتھم فاریسٹ کے میئر کرس روبن،زیڈیو خان،ایم پی سٹیلا کریسی اورکونسلر مسعود احمد نے خطاب بھی کیا جس میں ڈاکٹر رشید اختر اوران کی اہلیہ محترمہ کا خاص شکریہ ادا کی جو ہر سال قومی دن نہایت اہتمام سے مناتے ہیں اور بہت محنت سے بچوں کو پروگرام کے لئے تیار کرتے ہیں۔ہمیشہ کی طرح رائفل کے ٹکٹ بھی چیریٹی کے لئے بیچے گئے جس پر نہایت قیمتی موبائیل ایک خوش قسمت کو انعام میں نکلا۔مسلم ایڈ کے آفیسر جناب ولایت کھوکھر صاحب نے تنظیم کے صدر ڈاکٹر رشید اختر کو تمام اسٹیج کے مہمانوں کے ساتھ گلدستہ پیش کیا۔ اس دوران تمام مہمانوں کو سبز چائے اورڈبے دیئے گئے جن میں مزیدار سموسہ،قیمہ کی پیٹیز،شکر پارے اور مٹھائی تھی۔ساتھ ہی معروف گلوکارہ روشن آرامنی نے پاکستان گانے گا کر خوب سماں باندھا۔ان کے ساتھ بچوں نے رقص بھی کیا۔ان کے بعد فیصل نے بھی ایک گیت سنایا اور آخر میں معروف اورسب کے پسندیدہ گلوکار جناب سید ضمیر جاوید صاحب نے چار گیت سنائے ان کے آخری گیت پر امجد مرزا اور چند دوستوں نے بھنگڑا بھی ڈالا اورتمام ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔پروگرام کے آخر تک ہال سامعین سے بھرا رہا۔اورتمام مہمانوں نے ہمیشہ کی طرح خوب انجوائے کیا اورخوبصورت یادوں کے ساتھ رخصت ہوئے۔

***

مولویوں نے بخارا کی حکومت کو کیسے تباہ کیا؟

”بخارا کی حکومت ایک وقت اس قدر زبردست تھی کہ ایک طرف اس نے ڈینیوب کے کناروں تک جو وسطِ یورپ میں ہے تاخت وتاراج کیا اور تمام یورپین حکومتوں کو زیر وزبر کر ڈالا اور دُوسری طرف اس کے بیڑے جاپان کے ساحل تک پہنچ گئے، اس حکومت کا خاتمہ بھی ایسے ہی علماء کے فتووں سے ہوا۔ رُوس کی افواج مہلک ہتھیاروں سے مسلح تھیں لیکن مسلمان علماء نے فتویٰ دیا کہ آگ سے عذاب دینا اسلام میں جائز نہیں اس لئے توپوں اور بندوقوں کا استعمال ناجائز ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء تو اس بات کو سرے سے تسلیم ہی نہ کرتے تھے کہ ایک میل سے گولے پھینکے جا سکتے ہیں وہ اسے جادُو سمجھتے تھے۔۔۔ آخر جب رُوسیوں سے لڑائی ہوئی تو بادشاہ نے چاہا کہ صُلح کر لی جائے مگر علماء نے کہا کہ کُفّار سے صُلح نہیں ہو سکتی آپ مسلمانوں کو لڑنے دیں۔ ہم رُوسیوں کو رسیوں سے باندھ کر لائیں گے۔ وہ رسیاں اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے والے آلے لے کر میدان میں پہنچے کہ اِس سے اُنہیں کھینچ کر پھر رسیوں سے باندھ لیں گے لیکن جب رُوسیوں کی طرف سے گولہ باری شروع ہوئی تو سحر سحر پکارتے ہوئے بھاگنے لگ اور بادشاہ سے جا کر کہا اُن لوگوں کو جادُو آتا ہے آپ خواہ کچھ کرتے اُن کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ رُوسیوں نے بُخارا کا تختہ اُلٹ دیا اور (مسلمانوں۔ ناقل) کی حکومت تباہ ہوگئی۔

(خطبات محمود صفحہ ۱۱۰ سال ۱۹۳۶ء) (محمد صفی اللہ خان قادیانی احمدی)

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

SAAMS FUNCTION HALL
Catering & Event Management

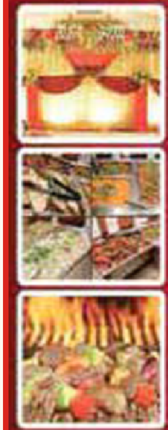

Services Available
- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking
We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

6-12 London Road Morden London
SM4 5BQ
Tel: 020 8640 0700

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

HEATING LTD.
24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
+44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
+92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے
تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس
اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوورسٹیئرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائبیونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دا براڈ وے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 666 401 02085، فیکس 534 430 02085
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 666 401 02085، فیکس 534 430 02085
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE